

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کی حکایات پر مایہ ناز تصنیفؔ

رحمۃ اللہ علیہ

حکایات سعدی



حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

اکبر پبلشرز لاہور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حکایات سعدی

مؤلف

شیخ سعدی شیرازی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْه

ترتیب و تدوین

عَلَامَةُ مُحَمَّدِ رَقِیْبِ الْعَظَمَةِ

اکبر نایب

پبلیشرز ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: حکایات سعدی
مصنف: شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب و تدوین: علامہ محمد اقبال عطاری
ڈیزائننگ: ڈیسائنٹ گرافکس
صفحات: 240
تعداد: 1000
ناشر: اکبر بک سلیرز
قیمت: 250/- روپے

ملنے کا پتہ

اکبر بک سلیرز

زبیدہ سنٹر 40- اردو بازار، لاہور

فون: 042-37352022

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انتساب

اپنے رہبر و پیشوا قطبِ دوراں

حضرت پیر آفتاب عالم حقانی چشتی مدظلہ العالی

کے نام جن سے میں نے قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان
13	حرف آغاز
15	حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ
17	کبریائی اور شان اللہ عزوجل کی ہے
19	اللہ عزوجل سے رشتہ خلوص پر مبنی ہونا چاہئے
21	حقیقی مالک تو اللہ عزوجل ہے
23	ایک بادشاہ اور اس کے غلام کا قصہ
25	حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور چیونٹی
26	رزق اور عہدے کی تقسیم
28	زندگی راحت اور تکالیف کا مجموعہ ہے
29	اللہ عزوجل کی خاص عنایت
31	حاتم طائی اور شاہ روم
33	حاتم واقعی تعریف کا حق رکھتا ہے
35	حاتم طائی کی بیٹی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں
37	جہاں تک ممکن ہو کسی کا دل نہ دکھاؤ
39	برے الفاظ سے یاد کرنا غیبت ہے
41	بدو کی نصیحت

6	حکایات سعدی
42	سلطان قزل ارسلان کا قلعہ
44	دائائی کی ایک بہت قیمتی بات
46	جس کا دل روشن ہوا سے ہر شے روشن نظر آتی ہے
48	مالدار کی موت اس کے لئے حسرت اور ندامت کا باعث ہے
50	خاصانِ خدا کا حال
52	حکم عدولی کرنے والے محروم رہتے ہیں
54	پانی کا ایک قطرہ
55	پیٹو شخص کا دشمن اس کا پیٹ ہے
56	ایسی نمازیں جن میں دکھاوا ہو وہ جہنم کی جانب دھکیل دیں گی
58	اللہ عز و جل کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں
60	زندگی گزارنے کا سنہری اصول
62	فکر دنیا نے اللہ عز و جل سے غافل کر رکھا ہے
64	پیر کی اپنے مرید کو نصیحت
65	بارگاہِ الہی کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں
67	بچوں کی جائز ضروریات اور ان کی بھلائی کے لئے خرچ کرو
69	معمولی سی نیکی کا بڑا فائدہ
71	لوگوں کے غم نے ہلاک کر دیا
73	نقصان پہنچانے والے پر رحم کرنا بے ضرر پر ظلم کرنے کے مترادف ہے
75	حق گوئی کا شیوہ ترک کر دینا اچھی بات نہیں
77	جو لوگ بظاہر کمزور ہوتے ہیں درحقیقت وہی طاقتور ہوتے ہیں
79	نیک اعمال میں کوتاہی برتنے والا بے شک نامراد ہی رہے گا
81	دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ

7 حکایات سعدی

83	حاسد کا ٹھکانہ دوزخ ہے
84	موت کے سوا حسد کا کوئی علاج نہیں
86	خانہ کعبہ قبلہ حاجات ہے
88	برائی کا بدلہ احسان ہے
90	باختر حاکم کے بیٹے
92	بھیڑیئے کا بچہ بھیریا ہی ہوتا ہے
96	مغرور بادشاہ
98	حسد کرنے والے رسوا ہو گئے
101	دوست وہ ہے جو قید خانے میں کام آئے
105	اس بے وفادار دنیا سے دل نہ لگاؤ
108	بادشاہ کو قیدی کی نصیحت
109	تمام تدابیر اور ان کے نتائج کے انجام سے اللہ عز و جل باخبر ہے
111	حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمان
113	موت ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا
114	ظالم حجاج پر اس کے ظلم کا عذاب ہمیشہ رہے گا
116	حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ کو ماں کی نصیحت
117	حکمرانوں کا اولین فرض
119	شہد فروش
121	بے جا مداخلت شریفوں کا شیوہ نہیں
123	ایک نچی کا قصہ
125	جس کی نیند اس کی بیداری سے بہتر ہو اس کا مرنا اس کے جینے سے بہتر ہے
126	ایک عابد و زاہد اور ایک فاجر کا قصہ

128	حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ کی توبہ
129	ایک عابد اور چور کا قصہ
131	غیبت کرنے سے بہتر ہے کہ انسان سویا رہے
132	محافظ حقیقی اللہ عزوجل ہے
133	غرور و تکبر کی نشانی
135	عقل مندی کی نشانی
136	سخت بات کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ نرم بات کا ہوتا ہے
138	فحش گوئی سے بچو
139	بد خصلت غلام
141	اگر دشمن مر گیا تو یہ خوشی کا موقع نہیں
142	شاہ طغرل اور اس کا حبشی غلام
144	درویش کی منت
146	جو شخص تھوڑے پر قانع ہو وہ بادشاہ اور درویش دونوں کو ایک جیسا سمجھتا ہے
147	نیک تو ہوتے ہی اچھے اور قابل ستائش ہیں
148	درویش کی دعا سے نابینا کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی
150	تم بروز قیامت مجھ پر جنت کا دروازہ بند نہیں کرو گے
152	اللہ عزوجل کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں ہے
154	حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کی نیکی
156	گوشہ نشینوں نے خود پرکتے کے دانت اور انسانوں کے منہ بند کر دیے
158	میں اپنے غلیظ باطن کی وجہ سے شرمسار ہوں
159	جو برائی کا بیج بوئے اور بھلائی کی امید رکھے وہ اپنا وقت فضول بر باد کر رہا ہے
161	مخلوق کی تکلیف کو دور کرنے کا انعام

162	کسان کی تلخ دار باتیں
164	اگر مخلوق کی جانب سے کوئی تکلیف آئے تو پریشان نہ ہو
167	زبان سرتاپاؤں آگ ہے
168	حضرت ذوالنون مصری <small>رحمۃ اللہ علیہ</small> کی کسر نفسی
170	اہل دنیا کی تکالیف پر صبر کرنے کا انعام
172	ظاہری حسن عارضی ہے
175	خاموشی ایک اسی شے ہر جو تیری جہالت کو چھپاتی ہے
177	نفس امارہ کی کپیروی مناسب نہیں یہ ذلیل و رسوا کر دیتا ہے
178	حضرت ابراہیم <small>علیہ السلام</small> اور آتش پرست
180	بادشاہ کا روزہ
182	جس نے دنیا زیادہ دیکھی ہو وہ جھوٹ بھی زیادہ بولتا ہے
184	ظلم کی بنیاد جب دنیا میں رکھی گئی وہ معمولی ہی تھا
185	سونے کی اینٹ
187	حضرت سیدنا عمر فاروق <small>رضی اللہ عنہ</small> اور ایک فقیر
189	سمجھدار شخص کبھی بھی اپنا کام کسی بے وقوف کے ذمہ نہیں لگاتا
190	میری یہ دعا دیگر مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے
191	قرض کی لعنت
192	مناقت اور ریاکاری مصائب میں مبتلا ہونے کی بڑی وجہ
194	بیوند کا خرقة بہتر ہے
195	نیکی خواہ معمولی کیوں نہ ہو کام آنے والی ہے
196	جب کسی پر زوال آتا ہے تو کوئی اس کا نہیں رہتا
198	بھل و برداشت کا مادہ

200	ضبط اور کھل
201	اس جیسا تجھے اور کوئی نہیں مل سکے گا
202	ناپ تول میں کمی کرنا بڑا جرم ہے
203	افریدون کا خیر خواہ وزیر
205	حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ایثار
206	شرعی مسئلہ کو صرف عالم دین ہی بیان کر سکتا ہے
208	دھکی دلوں کو خوش کرنا تمام عبادات سے افضل ہے
210	دوست کو اتنی طاقت نہ دو کہ اگر وہ تمہارا دشمن ہو جائے تو تم پر قابو پالے
212	بچھو کی پیدائش
214	عزت نفس بڑی چیز ہے
215	خوشبو صرف عود کی لکڑی سے نہیں آتی بلکہ اسے آگ پر رکھنے سے خوشبو پھیلتی ہے
217	نقدیر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا
218	جوشے گزر گئی اس سے دل کیوں جلانا؟
219	ماں اللہ عز و جل کا ایک خاص انعام
221	جو تجھے سے ڈرتا ہے تو اس سے ڈر
222	نگاہ کا تصور
223	اے نفس! تو آگ کے قابل ہے
224	بدخواہوں کے ساتھ نیکی کتے کے سیاہ منہ کی مانند ہے
225	چغل خوری ہمارے معاشرے کی ایک بڑی بیماری ہے
226	تمام امور اللہ عز و جل کی منشاء اور مرضی کے مطابق ہوتے ہیں
227	اس ناپائیدار زندگی میں کوئی چیز مستقل نہیں
229	گھانس پھونس کا جھونپڑا

230	آدی تو جوانمردی اور بہادری کا نام ہے
231	نادان لڑکا
232	پہلوان کی بے بسی
233	دانا کی دلیل
234	ایک درویش کا قصہ
236	تقدیر کا لکھا
238	نادانیاں چھوڑ دو اور عقل سے کام لو
239	حکومت کرنے کے سنہری اصول



تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا
مری نگاہ میں ہے حادثات کی دنیا
تخیلات کی دنیا غریب ہے ، لیکن
غریب تر حیات و ممات کی دنیا
عجب نہیں کہ بدل دے اسے نگاہ تری
بلا رہی ہے تجھے ممکنات کی دنیا

حرفِ آغاز

اللہ عزوجل کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحم والا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ ان کی آل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بے شمار درود و سلام۔

انسانی جسم کیا ہے؟ اگر اس کی ماہیت پر غور کیا جائے تو یہ عجوبہ روزگار نظر آتا ہے۔ سائنس اس کے متعلق کچھ کہتی ہے جبکہ روحانیت اسے کچھ اور جانتی ہے۔ روحانیت میں انسانی جسم سے مراد ایک ایسا گھر ہے جہاں انسانی روح مقید ہے اور وہ پر تو حق باری تعالیٰ ہے۔ جس طرح بیت اللہ شریف اللہ عزوجل کا گھر ہے اور اس کے اندر اللہ عزوجل کا جلوہ حق موجزن ہے اسی طرح یہ انسانی جسم ایک ایسا گھر ہے جس میں روح انسانی بہ جلوہ حق موجزن ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے بندے! تو اللہ عزوجل کو کہاں تلاش کرتا ہے وہ تو تیرے اندر موجود ہے اور تیرا بدن اس کا گھر ہے جس طرح خانہ کعبہ اس کا گھر ہے۔ پس تو اپنے اندر جھانک تا کہ تیرا رب تجھے مل سکے۔

اللہ عزوجل کی تلاش ایسی ہے جس طرح آبِ حیات کو تلاش کرنا۔ اپنے دل کی آنکھ کو کھولو اور اس کے اندر جھانکو تو تمہیں علم ہوگا کہ آبِ حیات کے جس چشمے کی تلاش میں تم مارے مارے پھرتے ہو وہ تمہارے اندر موجود ہے۔ اب یہ تیری کیفیت پر منحصر ہے کہ تو اس آبِ حیات کو کیسے پیتا ہے؟

چونکہ فقیر کا مقام اندریں وہ مقام ہے جہاں کائنات کے چودہ طبق روشن ہوتے ہیں اس لئے اس کے اندر آبِ حیات کا ایک نفیس و اعلیٰ چشمہ موجزن ہوتا ہے۔ اب اس کا

یہ فرض ہے کہ وہ معرفت حق کے سمندر و آب حیات کے چشمے میں سے کیسے سیراب ہو گیا اور اسے اس سیرابی کے لئے کسی خضر کی ضرورت محسوس ہوئی یا یہ اس کی اپنی ہمت ہے۔

بقول حضرت نخی شاہ نواز رحمہ اللہ!

دور نہیں کوہ طور کے تھیں پر تہ بھید نہ پایا
جے سمجھیں تاں سینہ تیرا رب کوہ طور بنایا

جس دنیا میں انسان رہ رہا ہے اور اپنی زندگی بسر کر رہا ہے وہ دنیا پر خطر اندیشوں سے بھرپور ویرانوں اور کانٹوں سے بھرپور ہے۔ اس دنیا کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ دنیا کی مثال قوس و قزح کی مانند ہے اور اس کے جو حوادث ہیں وہ تیروں کے مصداق ہیں اور ان تیروں کا ہدف انسان ہیں اور ان تیروں کو اللہ عز و جل چلا رہا ہے۔

بقول حضرت حافظ شیرازی رحمہ اللہ!

حرف اول اللہ، باعث طمانیت دل است
خشک شد بنخ علم دنیا خرابات است

زیر نظر کتاب ”حکایات سعدی“ کی ترتیب و تدوین کا مقصد یہ ہے کہ حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ کی نصیحت آموز حکایات کو قارئین کے آگے آسان الفاظ میں بیان کیا جائے۔ ہر حکایت کے اختتام پر اس میں موجود نصیحت کے پہلو کو ”وجہ بیان“ کے عنوان سے موضوع بحث لایا گیا ہے تاکہ قارئین ان حکایات میں موجود حقیقی پیغام سے آگاہ ہو سکیں اور ان نصیحت آموز حکایات کو پڑھنے کے بعد اپنی زندگیوں کو احسن طریقہ سے گزار سکیں۔ اللہ عز و جل سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ آمین

محمد حبیب القادری

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

خودی ہے زندہ تو دریا ہے بے کرانہ ترا
ترے فراق میں مضطر ہے موج نیل و فرات

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا نام ”شرف الدین“ ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ کا شمار نابغہ روزگار اولیاء اللہ علیہم السلام میں ہوتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ابھی کم سن ہی تھے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ۵۸۹ھ میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لقب ”سعدی“ کے نام سے شہرت پائی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ابتدائی تعلیم شیراز میں ہی حاصل کی اور پھر حصول علم کے لئے بغداد تشریف لے گئے۔ بغداد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی اور کسب فیض حاصل کیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو فقر و درویشی سے خاص لگاؤ تھا اور اسی لگاؤ کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ بچپن سے ہی عبادت و ریاضت میں مشغول رہنے لگے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے دست اقدس پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور انہی کی صحبت میں پہلی مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ حج با پیادہ کئے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو سیر و سیاحت سے خاص لگاؤ تھا اور اس کے لئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کئی ممالک کا سفر کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کی شان و شوکت بھی دیکھی اور پھر اسے چنگیز خان اور ہلاکو خان کے ہاتھوں تباہ ہوتے ہوئے بھی دیکھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کم و بیش

اپنی زندگی کے تئیں برس سیاحت کی۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت آموز حکایات پر مبنی کتب بوستانِ سعدی اور گلستانِ سعدی تحریر کیں جو فارسی زبان میں تھیں۔ ان حکایات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف واقعات اور اپنے ساتھ سیاحت کے دوران پیش آنے والے واقعات کو نصیحت آموز انداز میں بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور کارنامہ قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام شیراز میں بسر کئے اور ایک سو دو برس کی عمر میں ۶۹۱ھ میں وصال فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو شیراز میں ہی ایک پہاڑی مقام پر مدفون کیا گیا جہاں آج آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ پاک مرجع گاہِ خلایق خاص و عام ہے۔



کبریائی اور شان اللہ عزوجل کی ہے

ایک گاؤں کا مکھیا اور اس کا بیٹا سفر کر رہے تھے کہ راستہ میں انہوں نے ایک شاہی لشکر کو خیمہ زن دیکھا۔ جب دونوں وہاں پہنچے تو سپاہیوں کی شان و شوکت اور بادشاہ کا رعب و دبدبہ دیکھ کر اس مکھیا کے بیٹے پر ہیبت طاری ہو گئی۔ وہ کبھی زرہ بند غلاموں کو دیکھتا اور کبھی نیزہ بردار سپاہیوں کو دیکھتا۔ مکھیا کی حالت بھی بے حد خراب تھی اور اس پر خوف کی کیفیت طاری تھی یہاں تک کہ وہ بھاگ کر ایک جگہ چھپ گیا۔

بیٹے نے باپ کی ایسی حالت دیکھی تو کہا کہ آپ تو ایک بستی کے سردار ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایک بڑے سردار ہیں۔ پھر آپ اس بادشاہ کے اس لشکر سے اس قدر خوفزدہ کیوں ہیں؟

مکھیا نے جواب دیا کہ بیٹے اس میں شک نہیں کہ میں اپنی بستی کا سردار ہوں مگر اس بادشاہ کے سامنے میری کچھ حیثیت نہیں ہے۔ میں اس کے ادنیٰ غلاموں میں بھی شمار نہیں ہو سکتا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ کبریائی اور شان اللہ عزوجل کی ہے اور اس حقیقت سے آشنا اولیاء اللہ علیہم السلام پر ہر وقت اس کی ہیبت طاری رہتی ہے اور ان کی حالت اس مکھیا جیسی نہیں ہے جو بستی میں خود کو بڑا خیال کرتا ہے۔

اے بے خبر! ابھی تو شاید گاؤں میں آباد ہے اس لئے اپنی ذات کو ہی برتر و اعلیٰ سمجھتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ کبریائی اور شان اللہ عزوجل کی ہے اور اللہ عزوجل کے نیک بندے اس حقیقت سے آشنا ہیں اور اسی لئے ان میں عجز و انکساری کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ عزوجل ہی خالق مالک اور رازق ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔



اللہ عزوجل سے رشتہ خلوص پر مبنی ہونا چاہئے

سلطان محمود غزنوی کے بیشتر درباری اس پر حیران ہوتے تھے کہ وہ اپنے غلام احمد ایاز پر فریفتہ ہے اور ان درباریوں کو احمد ایاز میں کوئی خوبی نظر نہ آتی تھی جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی اور سلطان محمود غزنوی کو اس کی جانب متوجہ کرتی۔

سلطان محمود غزنوی کو جب اپنے ان درباریوں کی حیرانگی کا علم ہوا تو اس نے ارادہ کیا کہ کوئی مناسب وقت آنے پر میں ان کی آزمائش کروں گا اور ان کے اس اعتراض کا انہیں جواب دوں گا۔

کچھ دنوں بعد ایک ایسا موقع آن پہنچا اور ایک سفر کے دوران قیمتی ساز و سامان سے لدا ہوا ایک اونٹ پاؤں پھسلنے کی وجہ سے گر پڑا اور اس پر موجود سامان بکھر گیا۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے درباریوں کو حکم دیا کہ وہ تمام سامان اکٹھا کریں اور جو چیز جس درباری کے ہاتھ لگ گئی وہ اس کی ہوگی۔

سلطان محمود غزنوی کا حکم سنتے ہی تمام درباری سامان لوٹنے میں مشغول ہو گئے اور احمد ایاز اس وقت سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہی کھڑا رہا۔ سلطان محمود غزنوی نے احمد ایاز سے کہا کہ تمہارے ہاتھ کیا لگا؟ احمد ایاز کہنے لگا کہ میں آپ کے ہمراہ تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے ان حاسد درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کہ احمد ایاز کی یہی خوبی ہے جو اسے تم سب سے ممتاز کرتی ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انسان کو اللہ عزوجل سے اپنا رشتہ اسی طرح جوڑ لینا چاہئے کہ وہ کسی دنیاوی شے کی جانب متوجہ نہ

ہو اور نہ ہی کوئی دنیاوی شے اس کے دل میں اپنا خیال پیدا کر سکے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں احمد ایاز کا قصہ بیان کرتے ہیں جو سلطان محمود غزنوی کا مشیر تھا۔ احمد ایاز ایک سچا اور کھرا انسان تھا اس کا رشتہ سلطان محمود غزنوی سے کسی غرض کے بغیر خلوص پر مبنی تھا اور دنیاوی ساز و سامان کی اس کی نظر میں کچھ وقعت نہیں تھی۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام انسانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ عز و جل سے اپنا رشتہ احمد ایاز کے خلوص کی مانند قائم کریں اور دنیاوی ساز و سامان سے قطع تعلقی اختیار کر کے خاص اللہ عز و جل کے ہو جائیں۔



حقیقی مالک تو اللہ عز و جل ہے

ایک شخص نے حاکم شیراز تا جک سعد بن زنگی کی شان میں قصیدہ پڑھا۔ حاکم شیراز اس سے اتنا خوش ہوا کہ اسے ایک بیش قیمت خلعت عطا فرمائی۔ اس خلعت کے دامن پر ”اللہ بس“ کے الفاظ کڑھے ہوئے تھے۔ قصیدہ پڑھنے والے کی نظر جب اس پر گئی تو اس کی کیفیت بدل گئی اور اس نے اپنے جسم سے اس خلعت کو اتار دیا اور دیوانہ وار جنگلوں کی جانب بھاگ نکلا۔

جنگل میں اس کی ملاقات درویشوں کی ایک جماعت سے ہوئی۔ درویشوں نے جب اس کا حال سنا تو حیران ہوئے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا کہ تم بھی عجیب ہو بادشاہ نے تمہیں انعام عطا کیا اور تم نے اس انعام کو ٹھکرا دیا۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے ایسا اس لئے کیا کہ مجھ پر حقیقت منکشف ہوگئی کہ حقیقی مالک تو اللہ عز و جل ہے اور جب تک میں اس راز سے انجان تھا خوف اور امید کی ذلت میں مبتلا رہتا تھا۔ اب میرا اللہ پر کامل یقین ہے اور اب میرے دل کو نہ ہی کسی بادشاہ کا خوف ہے اور نہ ہی کسی دوسری ذات سے اسے کوئی امید وابستہ ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شخص کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے شیراز کے حاکم کی شان میں قصیدہ پڑھا اور حاکم شیراز نے اس سے خوش ہو کر اسے ایک خلعت عطا فرمائی جس پر اللہ بس کے الفاظ کڑھے تھے۔ اس شخص کی نظر ان الفاظ پر پڑھی تو اس کی کیفیت بدل گئی اور وہ اس خلعت کو اتار کر جنگلوں میں چلا گیا۔ پھر جب اس سے کچھ

لوگ ملے تو انہوں نے اس کی کیفیت دریافت کی تو اس نے کہا کہ مجھ پر حقیقت واضح ہو گئی اور اب میرا یقین اللہ عزوجل پر پختہ ہے اور اس کے سوا مجھے کسی دوسری ذات سے کوئی امید نہیں ہے۔ پس اللہ عزوجل پر کامل یقین ایسی دولت ہے جو جسے مل جائے وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا اور انسان کی تمام مشکلات کا حل اسی میں ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی ذات کو ہی اپنا مقصود بنالے اور اللہ عزوجل کے نیک لوگوں کے دامن سے وابستہ ہو جائے۔



ایک بادشاہ اور اس کے غلام کا قصہ

ایک بادشاہ کا غلام فرار ہو گیا۔ اس غلام کو ہر جگہ تلاش کیا گیا لیکن وہ ایسا ہوشیار نکلا کہ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ اس دور میں غلام کا یوں مالک کے گھر سے فرار ہونا ایک سنگین جرم تصور کیا جاتا تھا۔ مفرور غلام جب بھی گرفتار ہوتا اسے قتل کر دیا جاتا تھا۔ بادشاہ کا یہ غلام بھی ایک عرصہ تک روپوش رہا اور اسے کوئی ایسا ٹھکانہ نہ ملا جہاں وہ اپنی زندگی آرام سے گزار سکتا۔ اس پر ہر وقت یہی خوف طاری رہتا کہ بادشاہ کے سپاہی آئیں گے اور اسے پکڑ کر لے جائیں گے۔

اس غلام نے اس بے سکونی سے نجات پانے کے لئے فیصلہ کیا کہ مجھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اس غلطی کی معافی مانگنی چاہئے۔ شاید اس کے دل میں اللہ عز و جل رحم ڈال دے اور وہ مجھے معاف کر دے۔ وہ غلام اس سوچ کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی اس گستاخی کی معافی مانگی۔

بادشاہ کو چونکہ اس غلام سے نفرت ہو چکی تھی اس لئے اس نے اسے دیکھتے ہی حکم جاری کیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔ جلاد نے اس غلام کو پکڑا اور قتل گاہ کی جانب لے کر چلا۔ اس غلام کی آنکھوں کے آگے قتل کا حکم سن کر اندھیرا چھا چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب چند لمحوں بعد اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔

اس غلام نے اپنے حواس کو تپا ہو میں کیا اور بارگاہ الہی میں یوں دعا کی: اے اللہ! تو جانتا ہے کہ مجھے بے گناہ قتل کیا جا رہا ہے اور بادشاہ کو اس کے گناہ کی سزا نہ دینا میں اسے اپنا خون معاف کرتا ہوں کہ میں نے ایک عرصہ تک اس کا نمک کھایا ہے۔

جلاد اور بادشاہ کے مصاحبوں کے لئے یہ عجیب بات تھی کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ جسے موت کی سزا دی جاتی تھی وہ بادشاہ کو برا بھلا کہتا تھا اور خوب گالیاں سناتا تھا۔ بادشاہ کے کانوں میں جب اس غلام کی فریاد پہنچی تو وہ اس کی اس وفاداری سے خوش ہوا اور اس کے قتل کا حکم واپس لیتے ہوئے اسے آزاد کرنے کا حکم جاری کیا۔ پھر بادشاہ نے اس غلام کو اپنے مصاحبوں میں شامل کر لیا اور خوب انعام و اکرام سے نوازا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ اور اس کے غلام کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ ایک بادشاہ کا غلام فرار ہو گیا اور پھر جب وہ غلام بادشاہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تا کہ اپنی اس گستاخی کی معافی مانگ سکے تو بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ اس غلام نے اس موقع پر دیگر لوگوں کی طرح گالی گلوچ کی بجائے بادشاہ کے حق میں دعا کی اور اس کی اس نرمی کی وجہ سے بادشاہ نے نہ صرف اسے معاف کر دیا بلکہ اسے انعام و اکرام سے بھی نوازا۔ پس جو شخص بھی اپنے اندر نرمی اور شیریں زبانی پیدا کرے گا وہ یقیناً بارگاہ الہی میں انعام و اکرام کا حقدار ہوگا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں بہترین انسان وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔



حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور چیونٹی

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ایک غلہ فروش کی دوکان سے ایک غلے کی بوری خرید کر لائے اور جب اس بوری کو گھر لے کر آئے اور اس میں سے غلہ نکالنے لگے تو آپ کی نظر ایک چیونٹی پر پڑی جو اس بوری کے ساتھ ہی آگئی تھی۔

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس چیونٹی کو دیکھا تو آپ کا دل بے قرار ہو گیا اور یہ خیال دل میں آیا کہ میری وجہ سے یہ چیونٹی اپنے گھر سے در بدر ہو گئی۔ آپ نے اس چیونٹی کو احتیاط سے پکڑا اور اس غلہ فروش کی دوکان پر لے جا کر چھوڑ دیا۔ جب چیونٹی اپنے بل میں چلی گئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دل کی بے قراری قرار میں بدل گئی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور چیونٹی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک غلے کی بوری خرید کر لائے تو ایک چیونٹی بھی اس بوری کے ساتھ آگئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس چیونٹی کے بے گھر ہونے کی وجہ سے بے قرار ہو گئے اور پھر اس چیونٹی کو لے جا کر اس غلے والی دوکان پر چھوڑ آئے۔ تقویٰ کا اعلیٰ معیار یہی ہے کہ انسان اپنی معمولی سی بھی کوتاہی پر بھی ندامت کا اظہار کرے تاکہ قلبی سکون پاسکے۔



رزق اور عہدے کی تقسیم

جب خلیفہ ہارون الرشید مصر پر قابض ہوا تو اس نے کہا کہ یہ وہ ملک ہے جہاں کے حاکم فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا پس میں اس پر کسی ذلیل کو حاکم کروں گا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک حبشی غلام جس کا نام خضیب تھا اس کو مصر کا والی بنا دیا۔

اس حبشی غلام کی عقل کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک بار کسانوں نے شکایت کی کہ دریائے نیل کے کنارے ہم نے کپاس کاشت کی جسے بے موسم کی بارش نے تباہ کر دیا تو اس نے کہا کہ تم اس کی جگہ اون کاشت کر لیتے اور وہ تباہ نہ ہوتی۔

ایک بزرگ نے جب اس حبشی خضیب کی یہ بات سنی تو کہا کہ اگر عقل کی بدولت رزق کی تقسیم ہوتی تو پھر بے وقوف تو بھوکا ہی مر جاتا۔ اللہ عزوجل بے وقوف کو عقل مند کی نسبت زیادہ دیتا ہے کہ عقل مند اسے دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

رزق اور عہدے کی تقسیم اپنے کمال کی بدولت نہیں ہوتی بلکہ یہ لوح محفوظ پر لکھے گئے کے مطابق ہے۔ کیسا اگر غصہ میں مر جاتا ہے جبکہ بے وقوف کو خزانہ مل جاتا ہے۔ دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بد لحاظ اور کم عقل ترقی کرتا ہے اور عقل مند اور عزت کرنے والا ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہارون الرشید کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے مصر پر قابض ہونے کے بعد وہاں اپنے ایک حبشی غلام کو حاکم بنا دیا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ فرعون کا تعلق مصر سے تھا اور اس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ

رزق اور عہدے کی تقسیم میں اپنا کوئی کمال نہیں بلکہ یہ لوح محفوظ پر لکھے گئے کے مطابق ہے۔ نیز دنیا میں اکثر یہ دیکھا گیا کہ بے وقوف اور جاہل ترقی کرتے ہیں جبکہ عقل مند ذلیل و رسوا ہوتے ہیں لیکن دنیاوی مال و دولت کی کچھ حیثیت نہیں اگر کسی چیز کی حیثیت ہے تو وہ علم اور تقویٰ ہے اور آخرت کے لئے بہترین توشہ ہے۔ دنیاوی مال و دولت سب فانی ہے اور نیک اعمال قبر میں انسان کے بہترین رفیق ہیں۔ پس اس فانی دنیا میں رہ کر آخرت کی تیاری کرنی چاہئے اور فضولیات میں اپنا وقت برباد کرنے کی بجائے نیک اعمال کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔



زندگی راحت اور تکالیف کا مجموعہ ہے

ایک بزرگ کے پاس ایک نوجوان آیا اور اس نے اپنی بیوی کے متعلق شکایت کی کہ میری بیوی بہت چڑچڑی اور بد مزاج ہے اس کی اس طبیعت کی وجہ سے میری زندگی اجیرن ہو چکی ہے۔ بزرگ نے جب اس نوجوان کی بات سنی تو کہا کہ تجھے اپنی بیوی سے بے شک تکلیف پہنچ رہی ہے لیکن ان تکالیف کے باوجود تو کچھ راحت بھی اٹھاتا ہوگا۔ ایسی صورت میں تیرے لئے لازم ہے کہ تو صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کر اور تیرا یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ زندگی ہر قسم کی مشکلات سے پاک ہونی چاہئے بلکہ زندگی تو راحت اور تکالیف کا مجموعہ ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں جو ایک بزرگ کے پاس اپنی بیوی کی شکایت لے کر گیا کہ وہ بد مزاج ہے۔ بزرگ نے اس شخص سے فرمایا کہ اگرچہ تجھے تیری بیوی سے تکلیف پہنچتی ہے مگر تو اس سے راحت بھی تو حاصل کرتا ہے۔ زندگی راحت اور تکالیف کا مجموعہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ عز و جل نے کسی برائی میں تیری بھلائی کو پوشیدہ کیا ہو پس ہر حال میں صابر و شاکر رہو کہ یہ بارگاہ الہی میں مقبول بندوں کا شیوہ ہے۔



اللہ عزوجل کی خاص عنایت

ایک نیک شخص کا گزر بازار سے ہوا اس نے ایک شرابی جوان کو دیکھا جو زمین پر نہایت بری حالت میں گرا پڑا تھا۔

اس نیک شخص نے نخوت سے اس شرابی کو دیکھا اور منہ پھیر لیا۔ شرابی اگرچہ مکمل ہوش میں نہ تھا لیکن اس نے محسوس کیا اس نے مجھے قابل نفرت سمجھا ہے اس لئے منہ پھیر لیا ہے۔ شرابی جوان نے اسے مخاطب کر کے کہا: اے نیک شخص! تو اللہ عزوجل کا شکر ادا کر کے تیری حالت میری جیسی نہیں ہے۔

اگر تجھے نیکی کی توفیق ملی تو اسے اپنا کارنامہ نہ جان اور نہ ہی اس پر مغرور ہو۔ آزادی کی حالت میں اگر تو کسی قیدی کو دیکھے تو اسے برا نہ جان ہو سکتا ہے کہ کسی لمحے میں تو بھی قید کر دیا جائے۔

اے نیک شخص! اگر تو مسلمان ہے تو اور تجھے ایمان کی دولت نصیب ہوئی ہے تو اسے اپنا کمال نہ جان بلکہ یہ اللہ عزوجل کا خصوصی کرم ہے کہ تو مسلمان ہے اور اگر تو کسی آتش پرست مجوسی کے گھر پیدا ہوتا تو مجوسی ہوتا۔ اس بات کو اچھی طرح جان لے کہ نیکی میں انسان کا کوئی اپنا کمال نہیں ہے بلکہ یہ اللہ عزوجل کی تجھ پر خاص عنایت ہے کہ اس نے نیکی اور بھلائی کی جانب تیری رہنمائی کی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شرابی جوان اور ایک نیک شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ نیک شخص نے شرابی کو دیکھ کر منہ پھیر لیا تو شرابی نے اس نیک شخص

سے کہا کہ تو اللہ عزوجل کا شکر ادا کر کہ تیری حالت میری جیسی نہیں اور اس پر مغرور نہ ہو۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے نیک اعمال کو اپنا ہنر نہ جانے بلکہ انہیں اللہ عزوجل کی جانب سے سمجھے کہ اس کی مدد اور اعانت کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں ہے۔ نیز اپنے نیک اعمال پر متکبر نہ ہو کہ ابلیس پہلے بارگاہِ الہی میں مقبول تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں وہ بارگاہِ الہی میں ذلیل و رسوا ہو گیا۔ اللہ عزوجل متکبروں کو پسند نہیں کرتا اور متکبر صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے جو تمام کائنات کا مالک اور خالق ہے۔



حاتم طائی اور شاہِ روم

ملک یمن میں ایک قبیلہ طے آباد تھا جس کا سردار حاتم طائی تھا جو اپنی سخاوت میں بے مثل تھا۔ حاتم طائی کے پاس ایک بہترین عربی النسل گھوڑا تھا جو اپنی خوبصورتی اور تیز رفتاری میں بے مثل تھا۔

ایک مرتبہ شاہِ روم کے دربار میں حاتم طائی کی سخاوت اور اس کے پاس موجود اس عربی النسل گھوڑے کی تعریف کی گئی اور ہر شخص اپنی معلومات کے مطابق تعریف کر رہا تھا۔ شاہِ روم نے جب اپنے درباریوں کی باتیں سنیں تو سوچا کہ کیوں نہ حاتم طائی کو آزمایا جائے اور بغیر آزمائے کسی کے متعلق ایسی رائے قائم کرنا دانشمندی نہیں۔

شاہِ روم نے اپنے درباریوں سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کچھ لوگ حاتم طائی کے پاس جائیں اور اس سے وہ گھوڑا طلب کریں۔ اگر حاتم طائی انہیں وہ گھوڑا دے دے تو وہ تعریف کے لائق ہے اور جو کچھ اس کے متعلق مشہور ہے وہ درست ہے۔ اگر اس نے وہ گھوڑا نہ دیا تو پھر جو کچھ اس کے متعلق مشہور ہے وہ غلط ہے اور ریا پر مبنی ہے۔

درباریوں نے بادشاہ کی رائے کو اہمیت دی اور پھر وزیراعظم کی قیادت میں کچھ لوگوں کا وفد حاتم طائی کے پاس پہنچا۔ جس وقت یہ وفد حاتم طائی کے پاس پہنچا اس وقت رات ہو رہی تھی۔ اتفاقاً اس رات شدید بارش ہوئی اور بادل اس انداز میں برس رہے تھے کہ حاتم طائی کے لئے اتنے زیادہ مہمانوں کو سنبھالنا ان کے آرام کا انتظام کرنا اور ان کے کھانے کا خیال رکھنا دشوار ہوا۔ بہر حال حاتم طائی نے مہمانوں کو بھنا ہوا گوشت کھلایا اور انہیں نرم و آرام دہ بستروں پر لٹایا۔

صبح ہوئی تو وزیر اعظم نے دوران گفتگو اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور حاتم طائی سے وہ گھوڑا مانگا جس کی شہرت عام تھی۔ حاتم طائی نے جب وزیر اعظم کی بات سنی تو کہنے لگا کہ اب افسوس کے سوا کیا کیا جاسکتا ہے کہ وہ گھوڑا اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ رات جب آپ کا قافلہ آیا اور موسم خراب تھا تو میرے لئے ممکن نہ تھا کہ میں چراگاہ سے کوئی دوسرا جانور منگواتا اور اسے ذبح کر کے آپ کی دعوت کرتا ہے۔ اس وقت گھر میں میرے پاس وہی گھوڑا موجود تھا میں نے اسے ذبح کر دیا اور مجھے یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ میرے مہمان بھوکے سوتے۔ وزیر اعظم نے حاتم طائی کی بات سنی تو کہنے لگا کہ آپ کی جتنی تعریف ہم نے سنی آپ بلاشبہ اس تعریف سے زیادہ کے حق دار ہیں۔ پھر جب اس وفد نے واپس جا کر شاہ روم کو اس واقعہ سے آگاہ کیا تو اس نے کہا: حاتم طائی واقعی تعریف کا حق رکھتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں حاتم طائی اور شاہ روم کا واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ شاہ روم نے اپنا ایک وفد حاتم طائی کے پاس بھیجا۔ یہ وفد حاتم طائی سے اس کا عربی النسل گھوڑا مانگنے گیا تھا۔ جب یہ وفد حاتم طائی کے پاس پہنچا تو وہ شدید بارش کی وجہ سے ان کے کھانے کا انتظام نہ کر سکا اور اس نے اس گھوڑے کو ذبح کر کے ان کی تواضع کا انتظام کیا۔ پھر جب اس وفد کو حاتم طائی کی اس مہمان نوازی کا علم ہوا تو اس نے شاہ روم کو واپس جا کر حاتم طائی کے اس فعل کے متعلق بتایا تو شاہ روم نے حاتم طائی کی تعریف کی۔ نیز اس حکایت کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو ریاکاری سے پاک ہونا چاہئے۔



حاتم واقعی تعریف کا حق رکھتا ہے

ایک بادشاہ نے حاتم طائی کی شہرت سنی تو اس کے دل میں حاتم کے لئے حسد اور بغض پیدا ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ جب تک حاتم زندہ ہے مجھے عزت اور شہرت نہیں مل سکتی خواہ میں کتنے ہی بھلائی کے کام کیوں نہ کروں لوگ حاتم طائی کی ہی تعریف کرتے رہیں گے۔ بادشاہ نے ایک چالاک اور لڑائی کے داؤ پیچ جاننے والے ایک شخص کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ حاتم کا سر کاٹ کر اس کے پاس لائے۔ کرائے کا یہ قاتل اپنے ترکش کو تیروں سے بھر کر اور تلوار کو تیز کرنے کے بعد اس جگہ پہنچا جہاں حاتم طائی رہتا تھا۔

اس کرائے کے قاتل کی ملاقات وہاں ایک خوش طبع، خوش اطوار اور خوش گفتار شخص سے ہوئی۔ جب اس شخص کو معلوم ہوا کہ یہ شخص مسافر ہے تو وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور اس کی خاطر تواضع کی۔ وہ کرائے کا قاتل اس شخص کے اخلاق کا گرویدہ ہو گیا۔

انگلے دن جب وہ اس سے رخصت ہونے لگا تو اس نیک شخص نے کہا کہ میرے پاس کچھ دن رہو اور مجھے اپنی خدمت کا موقع دو۔ اس کرائے کے قاتل کے دل میں اس شخص کے لئے عزت پیدا ہو چکی تھی اس نے شکریہ کے ساتھ کہا کہ میں کچھ دن مزید یہاں رکھتا مگر مجھے ایک ایسا ضروری کام کرنا ہے جس کے لئے میں یہاں نہیں رک سکتا۔ اس نیک شخص نے پوچھا کہ اگر تم مجھے بتانا گوارا کرو کہ تم کون سا ضروری کام کرنا چاہتے ہو تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں؟

”اس کرائے کے قاتل نے نہایت رازداری سے کہا کہ مجھے میرے بادشاہ نے حاتم طائی کا سر لانے بھیجا ہے میں حاتم طائی کا سر کاٹ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا

چاہتا ہوں اگر تم میری مدد کر سکو تو مجھے بتاؤ کہ حاتم طائی کہاں رہتا ہے؟ وہ نیک شخص اس کی بات سن کر مسکرایا اور کہا کہ میں ہی حاتم طائی ہوں۔ تم شوق سے میرا سر کاٹ کر اپنے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرو۔ اگر تم نے یہ کام ابھی نہ کیا تو لوگ تمہیں ایسا کرنے نہیں دیں گے اور الٹا تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔

حاتم طائی کی بات سن کر وہ شخص اسی وقت اس کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگی اور کہا کہ میں نے ایک نیک شخص اور عظیم الشان سردار کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ پھر اس نے اپنی تلوار اور ترکش کے تیروں کو پھینک دیا اور یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا کہ اتنے عظیم شخص کو پھول مارنا بھی مجھے گوارا نہیں۔ جب وہ شخص بادشاہ کے پاس واپس پہنچا تو بادشاہ نے اس کی سرزنش کی۔ پھر جب اس شخص نے حاتم کی نیکی اور اس کے احسان کا ذکر کیا تو بادشاہ کے دل سے حسد اور بغض جاتا رہا اور بادشاہ نے کہا کہ حاتم واقعی تعریف کا حق رکھتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کے بغض کا بیان فرما رہے ہیں کہ وہ حاتم طائی کی سخاوت کی بدولت اس سے بغض رکھتا تھا اور اس نے ایک کرائے کے قاتل کو اسے قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ قاتل جب حاتم طائی سے ملا تو اس کے اخلاق کا گرویدہ ہو گیا۔ پس جس میں احسان اور حسن سلوک کا مادہ موجود ہوگا اس کے دشمن بھی اس کے دوست بن جائیں گے۔



حاتم طائی کی بیٹی

بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جب ملک یمن پر چڑھائی کی گئی اور وہاں سے کئی قیدی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائے گئے تو ان قیدیوں میں قبیلہ بنی طے کے سردار حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ جب ان قیدیوں کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ نے مجلس بلائی تو حاتم طائی کی بیٹی نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ میں بنی طے کے سردار حاتم طائی کی بیٹی ہوں اور میرا باپ اپنی سخاوت میں بے مثل تھا۔ کوئی سائل میرے باپ کے دروازے سے خالی نہ لوٹتا تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب اس لڑکی کی گفتگو سنی تو فرمایا کہ یہ تمام صفات مسلمانوں کی ہیں پھر آپ ﷺ نے اس لڑکی کی باعزت رہائی کا حکم دے دیا۔ وہ لڑکی آزاد کر دی گئی۔ اس لڑکی نے کہا کہ میں اس آزادی پر راضی نہیں کہ میں تو آزاد ہو جاؤں مگر میرے قبیلہ کے دیگر لوگ قید ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب اس لڑکی کی بات سنی تو فرمایا کہ تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے اور پھر وہ تمام قیدی باعزت واپس ملک یمن روانہ ہو گئے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں لشکر اسلام کے ملک یمن پر حملے کے متعلق بیان کر رہے ہیں کہ جب ملک یمن پر لشکر اسلام نے چڑھائی کی تو وہاں پر مشہور سخی

حاتم طائی کے قبیلے کے افراد بھی قیدی بنائے گئے اور ان قیدیوں میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ جب اس لڑکی نے حضور نبی کریم ﷺ سے اپنا تعارف کروایا اور اپنے باپ کی سخاوت کے متعلق بتایا تو حضور نبی کریم ﷺ نے قبیلہ بنی طے کی رہائی کا حکم جاری کرتے ہوئے فرمایا کہ حاتم طائی اپنی سخاوت میں ریاکاری نہیں رکھتا تھا اور اللہ عزوجل سخاوت کرنے والے کو پسند فرماتا ہے۔ نیز دین اسلام نیکی کا کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اپنے مال کو دوسروں پر خرچ کرنا بڑی نیکی ہے۔



جہاں تک ممکن ہو کسی کا دل نہ دکھاؤ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کچھ بزرگوں کے ہمراہ کشتی میں سوار تھا۔ ہماری کشتی کے پیچھے ایک اور چھوٹی کشتی آرہی تھی جو ڈوب گئی اور اس میں سوار دو بھائی بھنور میں پھنس گئے۔

بزرگوں میں سے ایک نے ہماری کشتی کے ملاح سے کہا کہ ان دونوں کو پکڑ کر زندہ نکال لو تو تمہیں ایک کے بدلے پچاس دینار ملیں گے۔ ملاح لپکا اور اس نے ایک کو زندہ نکال لیا جبکہ دوسرا ڈوب کر مر گیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ اس لئے مر گیا کہ اس کی زندگی مزید باقی نہ تھی اور شاید اسی وجہ سے تو نے اسے پکڑنے میں کوتاہی کی۔

ملاح نے میری بات سنی تو ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ درست ہے لیکن ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا۔ سفر کرتے ہوئے میں تھک گیا یہ جو زمرہ بیچ گیا ہے اس نے مجھے اونٹ پر بٹھا لیا اور جو مرنے والا ہے اس نے ایک مرتبہ مجھے بچپن میں کوڑے سے مارا تھا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس ملاح کی بات سن کر کہا کہ اللہ عز و جل نے سچ کہا جو نیک کام کرے فائدہ اسی کو ہوتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے نقصان اسی کو ہوتا ہے۔

یوں جہاں تک ممکن ہو کسی کا دل نہ دکھاؤ کیونکہ اس راہ میں بے شمار کاٹے ہیں۔
غریب و دلش کا کام کر کیونکہ غریب کا کام ہر سے کام داتی ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں اپنے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ دنیا دارا العمل ہے۔ نیک اعمال کا اجر نیک اور برے اعمال کا نتیجہ برا ہے۔ جس طرح ایک بھائی نے اس ملاح کے ساتھ احسان کیا اور دوسرے بھائی نے اس کے ساتھ ظلم کیا۔ ملاح نے اس بھائی کو بچا لیا جس نے اس کے ساتھ احسان کیا اور جس نے اس پر ظلم کیا اس کو اس نے ڈوبتا رہنے دیا۔



برے الفاظ سے یاد کرنا غیبت ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں بچپن میں تھا اور اتنا چھوٹا تھا کہ میں نماز روزے کے مسائل سے ناواقف تھا میں نے ماہِ رمضان کا روزہ رکھا۔ جب نماز کا وقت ہوا تو ایک شخص سے وضو کرنے کا طریقہ دریافت کیا۔ میرے سوال کے جواب میں اس شخص نے مجھے وضو نماز اور روزے کے متعلق تفصیل سے بیان کیا اور ان کے مسائل کے متعلق بتایا۔

جب اس کی تقریر ختم ہوئی تو بولا کہ برخودار! یہ مسائل مجھ سے بہتر اور کوئی نہیں جانتا۔ ہمارے محلے کا امام مسجد تو بڑھا کھوسٹ ہو گیا ہے۔

اس شخص کی اس بات کا علم محلہ کے معززین کو ہو گیا۔ وہ اس پر سخت براہم ہوئے اور کہنے لگے کہ اس بے وقوف کو وضو اور نماز کے مسائل تو یاد ہیں مگر ہمارے دین کی اس تعلیم کو بھول گیا کہ اپنے معززین کو اچھے ناموں سے یاد کرو اور یہ کہ کسی کو اس کی غیر موجودگی میں برے الفاظ سے یاد کرنا غیبت ہے اور یہ ان گناہوں میں سے ایک ہے جن کے مرتکب لوگوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

مردانگی اور شرافت کی دلیل یہ ہے کہ دوسروں کے متعلق وہی بات ان کے پیٹھ پیچھے کہنی چاہئے جو ان کے منہ پر کہنے کی جرأت رکھتا ہو۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنے بچپن کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں جب نماز اور روزہ کے مسائل سے ناواقف تھا تو میں نے ایک شخص سے وضو کا طریقہ

دریافت کیا اور اس شخص نے مجھے وضو کے مسائل بتانے کے بعد متکبرانہ انداز میں کہا کہ یہ مسائل مجھ سے بہتر اور کوئی نہیں جان سکتا اور محلہ کی مسجد کا امام بوڑھا جاہل ہے۔ اہل محلہ نے اس شخص کی سرزنش کی اور کہا کہ تو دین کے مسائل تو جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ کسی کو برے الفاظ سے یاد کرنا غیبت ہے اور غیبت کے مرتکب لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ غیبت کرنے والا اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ ہماری بربادی کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی غیبت کرتے ہیں اور خود کو ان سے برتر و اعلیٰ سمجھتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ یہ سب اللہ عز و جل کی عطا ہے اور اس کی عطا کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں ہے۔



بدو کی نصیحت

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک بدو کو دیکھا وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا کہ بروز محشر پوچھا جائے گا کہ دنیا میں کیا کیا؟ نہ کہ یہ پوچھا جائے گا کہ تیرا نسب کیا ہے؟ یعنی تیرے اعمال کے متعلق دریافت کیا جائے گا نہ کہ تیرے باپ کے متعلق کہ وہ کون تھا؟ خانہ کعبہ کے غلام کو ریشمی کپڑا ہونے کی وجہ سے نہیں چوما جاتا بلکہ اس لئے چوما جاتا ہے کہ وہ کچھ عرصہ عزت والے گھر کے ساتھ رہا اس لئے معزز ہو گیا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بدو کی اپنے بیٹے کو نصیحت بیان کر رہے ہیں کہ بروز محشر تیرا نسب تیرے کام نہیں آیا اور اس پر فخر کرنا کہ میرے آباؤ اجداد بڑے بزرگ تھے کسی کام کا نہیں۔ وہ ان کے اعمال تھے اپنے اعمال کی جانب نظر دوڑاؤ اور اگر تم اپنے آباؤ اجداد کی طرح نیک اعمال کرتے رہے تو یقیناً تم بھی اسی مرتبہ پر فائز ہو گے جس پر وہ فائز ہوئے وگرنہ تمہارا انجام بخیر نہ ہوگا۔



سلطان قزل ارسلان کا قلعہ

سلطان قزل ارسلان ایک ایسے مضبوط قلعہ میں رہتا تھا جسے کوئی دلیر سے دلیر فوج بھی فتح کرنے کی ہمت نہ رکھتی تھی۔ اس قلعہ کی بلندی کوہ الوند سے برابری کا دعویٰ کرتی تھی اور یہ قلعہ مضبوطی کے علاوہ اپنی تعمیر میں بھی نہایت دلفریب اور خوش منظر تھا۔ اس قلعہ کی روئے زمین پر کوئی مثل نہ تھی۔ یہ قلعہ ارد گرد کے مناظر کے اعتبار سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سبز طباق میں کوئی انڈا رکھا ہوا ہو۔ ایک مرتبہ ایک درویش سیاحت کرتا ہوا اس قلعہ کی جانب آ نکلا۔ اس درویش کو سلطان قزل ارسلان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

سلطان قزل ارسلان نے اس درویش سے سوال کیا کہ تم نے دنیا دیکھی ہے اور گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے کیا تم نے روئے زمین پر اس طرح کا مضبوط اور خوش نما قلعہ کہیں دیکھا ہے؟ تمہاری اس قلعہ کے متعلق کیا رائے ہے؟ کیا کوئی ایسا ہے جو اس قلعہ کو فتح کر سکے؟

اس درویش نے جب سلطان قزل ارسلان کی بات سنی تو ہنس پڑا اور بولا کہ تیرا یہ قلعہ بلاشبہ اچھا ہے لیکن میں اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ یہ مضبوط بھی ہے۔ کیا تو جانتا نہیں کہ تجھ سے پہلے جو لوگ اس میں رہتے تھے یہ قلعہ موت سے ان کی حفاظت نہیں کر سکا۔ اسی طرح یہ قلعہ تیری بھی موت سے حفاظت نہیں کر سکے گا اور تیرے بعد یقیناً اس میں اور لوگ آباد ہوں گے۔ پھر اس درویش نے سلطان قزل ارسلان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے سلطان! تو اپنے باپ کے دور حکومت کو یاد کر اور اس بات کو دل سے باہر نکال پھینک کے تو ہمیشہ اس قلعہ میں رہنے والا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں سلطان قزل ارسلان کا واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ اپنے قلعہ کی مضبوطی پر فخر کرنا تھا۔ ایک درویش جب سلطان قزل ارسلان سے ملا تو سلطان قزل ارسلان نے اس سے اپنے قلعہ کے متعلق دریافت کیا۔ اس درویش نے کہا کہ تو اس قلعہ کی مضبوطی پر فخر نہ کر کہ یہ تیری موت کو نہیں روک سکتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی موت کو یاد رکھے جو اس کے سر پر منڈلا رہی ہے اور اپنی زندگی کو پر تعیش سامان اکٹھا کرنے کے لئے وقف نہ کر رکھے اور حقیقی نفع وہی حاصل کر سکتے ہیں جو دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں اور دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے بہترین توشہ جمع کرتے ہیں۔



دانائی کی ایک بہت قیمتی بات

حضرت لقمان سیاہ قام تھے۔ آپ ایک دن بغداد کے ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی تعمیر کے لئے آپ کو اپنا بھاگا ہوا غلام سمجھ کر مٹی کھودنے کے کام پر لگا دیا۔

حضرت لقمان وہاں ایک سال تک مٹی کھودنے کی سخت مشقت برداشت کرتے رہے۔ ایک سال بعد اس شخص کا بھاگا ہوا غلام واپس لوٹ آیا وہ آپ کو جانتا تھا۔ اس نے آپ کی جو حالت دیکھی تو آپ کے قدموں میں گر پڑا اور معافی مانگنے لگا۔ اس شخص کو جس نے آپ کو مٹی کھودنے پر لگایا تھا جب آپ کے مقام و مرتبہ کے متعلق علم ہوا تو اسے بھی اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے بھی نہایت عاجزی کے ساتھ آپ سے معافی مانگی۔

حضرت لقمان نے فرمایا کہ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا میں اس کام میں بھی کھائے میں نہیں رہا اور میں نے دانائی کی ایک بہت قیمتی بات یہاں سے سیکھی اور وہ یہ کہ اپنے سے کم کو کبھی کسی مصیبت میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے۔ میرا بھی غلام ہے جس سے میں ہر قسم کے کام لیتا تھا لیکن اس مشقت کو اٹھانے کے بعد مجھے معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے کاموں سے کسی قدر روحانی و جسمانی تکلیف ہوتی ہے اب میں بھی اپنے غلام سے ہرگز ایسے کام نہ لوں گا جس سے اسے روحانی و جسمانی تکلیف اٹھانی پڑے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں حضرت لقمان کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے انہیں اپنا سیاہ قام سمجھ کر ان کو مٹی کھودنے پر لگا دیا۔ گھر و حجاز میں اس کا

غلام لوٹا اور وہ غلام آپ کے مقام و مرتبہ سے بخوبی آگاہ تھے اس نے اپنے مالک کو آپ کے مقام و مرتبہ کے متعلق بتایا تو وہ شخص اپنی اس حرکت پر نادم ہوا اور معافی مانگی۔ آپ نے اس سے کہا کہ میں نے اس مشقت میں ایک قیمتی بات دانائی کی یہ سیکھی ہے کہ اپنے سے کم تر کو کبھی بھی مشقت میں مبتلا نہیں کرنا چاہئے۔ نیز انسان کو چاہئے کہ وہ کسی کی مصیبت و تکلیف کا احساس کرے اس سے پیشتر کہ وہ اس مصیبت سے دوچار ہو۔ اپنے سے کم تر کو کبھی کم تر نہ جانے اور احساس برتری و حقیقت تکبر ہے اور تکبر اللہ عز و جل کو پسند نہیں ہے۔



جس کا دل روشن ہو

اسے ہر شے روشن نظر آتی ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان بے حد حسین و جمیل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نیک اطوار کا بھی مالک تھا۔ وہ نوجوان علم کی دولت سے بھی مالا مال تھا اور جس موضوع پر بھی گفتگو کرتا لوگ اس کی جانب متوجہ ہو جاتے اور نہایت انہماک سے اسے سنتے تھے۔ اس کے فیصلوں کی قدر کی جاتی تھی اور وہ ایسا روشن چراغ تھا جس کے سامنے کسی دوسرے چراغ کی روشنی مانند تھی۔ ان تمام خوبیوں کے باوصف اس میں ایک عیب یہ تھا کہ وہ الفاظ کو ان کے صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا تھا۔

ایک روز ایک بزرگ کی محفل میں اس نوجوان کا ذکر ہوا تو میں (حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس نوجوان کی اس کمزوری کا ذکر کیا اور پھر اپنی رائے دیتے ہوئے کہا کہ میرے نزدیک اس کی گفتگو میں یہ نقص اس لئے بھی ہے کہ اس کے سامنے کے دانت صحیح نہیں ہیں۔

میری بات سننے کے بعد وہ بزرگ ناراض ہوتے ہوئے بولے کہ مجھے حیرانگی ہوتی ہے کہ اتنی خوبیوں دیکھنے کے بعد بھی تم اس نوجوان کے ایک معمولی عیب پر نظر رکھے ہوئے ہو۔ کیا یہ افسوس کا مقام نہیں کہ طاؤس کو دیکھنے والے کی نظر اس کے بدزیب پیروں پر ہی مرکوز رہے۔

بہتر تو یہ ہے کہ انسان ہنر اور خوبیاں دوسروں کی ذات میں تلاش کرے اور عیب

اپنی ذات کے دیکھے۔

یاد رکھو کہ دنیا میں اچھائیاں بھی ہیں اور برائیاں بھی۔ جس طرح گلزار میں پھول بھی ہوتے ہیں اور خار بھی۔ جس کا دل میلا ہوا سے ہر چیز میلی نظر آتی ہے۔ جس کا دل روشن ہوا سے ہر شے روشن نظر آتی ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نوجوان کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ علم و گفتگو میں بے مثل تھا مگر اس میں ایک عیب تھا کہ وہ الفاظ کا تلفظ صحیح ادا نہ کرتا تھا۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے اس نقص کا ذکر کیا تو ایک بزرگ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی کہ تم اس کی بے شمار خوبیوں کی بجائے اس کے ایک معمولی نقص پر نظر رکھے ہوئے جبکہ بے عیب ذات تو صرف اللہ عزوجل ہی کی ہے۔ دوسروں کے عیب تلاش کرنے کی بجائے اپنے عیوب پر نظر دوڑاؤ اور انہیں دور کرنے کی کوشش کرو۔ دنیا میں نیکی اور برائی ساتھ ساتھ ہے اور جس کا دل میلا ہوگا اسے ہر چیز میلی نظر آئے گی جبکہ جس کا دل صاف اور اجلا ہوگا اسے ہر شے صاف اور اجلی دکھائی دے گی۔



مالدار کی موت اس کے لئے

حسرت اور ندامت کا باعث ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیاحت کے دوران کا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک مالدار شخص کا بیٹا اپنے باپ کی خوبصورت قبر کے پاس بیٹھا ایک غریب لڑکے سے بحث کر رہا تھا کہ میرے باپ کی قبر کا تعویذ اس کی قبر کا رنگین کتبہ اس کی قبر کا سنگ مرمر کا فرش اور اینٹیں فیروزہ کی ہیں جبکہ تیرے باپ کی قبر کچی مٹی کی ہے۔ غریب کے لڑکے نے اس کی باتیں سنیں تو کہا کہ بروڑ محشر تیرا باپ ان بھاری پتھروں سے نکل نہیں سکے گا اور میرا باپ اپنی کچی قبر میں سے آسانی سے نکل کر جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ غریب کی موت اس کے لئے راحت کا باعث ہے اور مالدار کی موت اس کے لئے حسرت اور ندامت کا باعث ہے۔ فقیروں کے پاس چونکہ مال و دولت نہیں ہوتا اس لئے وہ کوئی ایسی شے نہیں چھوڑتے جس کو دیکھ کر کوئی حسد میں مبتلا ہو۔

غریبوں اور مسکینوں کا مرنا باعث راحت اور مالداروں کا مرنا باعث ندامت ہے۔ غریب اپنی موت کے ساتھ زمانہ کی سختیوں سے آزاد ہوتا ہے جبکہ مالدار اپنی موت کے ساتھ آسائش و آرام سے آزاد ہوتا ہے۔ جو غریب دنیا کی سختیوں کو برداشت کرتا ہوا فاقہ کشی کا بوجھ اٹھاتا ہوا اس جہان فانی سے کوچ کرتا ہے وہ موت کے دروازے میں نہایت آسانی کے ساتھ داخل ہو جاتا ہے اور جو امیر ناز و نعم میں پلا بڑھا ہوا زمانہ کی سختیوں سے ناواقف ہوتا

ہے اس کے لئے یقیناً موت کو قبول کرنا نہایت تکلیف دہ امر ہوتا ہے۔ پس جو قیدی قید خانے سے رہا ہو وہ خوش ہوتا ہے اور وہ قیدی جو قید خانے میں ڈالا جا رہا ہو وہ اس خیال سے ہی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنی سیاحت کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مال دار شخص کو اپنے باپ کی خوبصورت قبر پر ایک غریب لڑکے کے ساتھ بحث کرتے دیکھا اور وہ اپنے باپ کی قبر کی تعریف کر رہا تھا۔ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بھول گیا تھا کہ غریب کی موت اس کے لئے راحت کا باعث ہے اور مالدار کی موت اس کے لئے حسرت اور ندامت کا باعث ہے۔ نیز فقیری کسی سے نعمت عظمیٰ سے کم نہیں اور جو شخص اپنے فقر پر صابر رہتا ہے وہ آخرت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہوگا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثر دعا کرتے تھے کہ الہی! مجھے مسکین زندہ رکھ اور اسی حالت میں مجھے موت عطا فرما اور بروزِ محشر میرا حشر مسکینوں کے ساتھ فرما۔



خاصانِ خدا کا حال

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیاحت کے دوران کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک ایسے بزرگ کے ہمراہ سفر کر رہا تھا کہ خشکی کا سفر ختم ہوا اور دریا کا سفر شروع ہو گیا تو میں کرایہ دے کر کشتی پر سوار ہو گیا۔ ان بزرگ کے پاس کچھ نہ تھا اس لئے وہ کرایہ ادا نہ کر سکے اور ملاحوں نے بغیر کرایہ کے انہیں کشتی میں سوار کرنے سے انکار کر دیا۔ مجھے اپنے ہم سفر کی اس حالت پر بے حد افسوس ہوا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ان بزرگ نے میری جانب دیکھا تو زور سے ہنسے اور کہنے لگے کہ اے سعدی! تو کیوں غم کرتا ہے؟ جو دریا اس کشتی کو دوسرے کنارے پر لے جاسکتا ہے وہ مجھے بھی دوسری جانب لے جاسکتا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا مصلیٰ پانی پر بچھا دیا۔ مجھ پر یہ دیکھ کر ہیبت طاری ہو گئی۔ اگلی صبح جب میں دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچا تو وہ بزرگ وہاں پہلے سے موجود تھے انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اے سعدی! حیران نہ ہو تجھے کشتی نے دریا پار کر دیا اور مجھے میرے اللہ نے دریا پار کر دیا۔

اے سعدی رحمۃ اللہ علیہ! کیا تو اس بچے کی حالت سے واقف نہیں کہ جسے آگ کی ہلاکت آفرینی سے کوئی واقفیت نہیں ہوتی لیکن اس کی مہربان ماں اس کی حفاظت کرتی ہے۔ بس یہی خاصانِ خدا کا حال ہے کہ ان کے لئے آگ گلزار اور دریا پایاب ہو جاتے ہیں۔ یہ معزز لوگ ایسے مقام میں ایک قطرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور اگر بادشاہ حقیقی اپنی عظمت کا علم بلند کرے تو کائنات کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنی سیاحت کے دوران پیش آنے والے ایک واقعہ کو بیان کرتے ہیں اور اس سفر میں ملنے والے ایک بزرگ کی کرامت بیان کرتے ہیں۔ ان بزرگ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت کی کہ خاصانِ خدا کی خاصیت یہی ہے کہ وہ کسی بھی فعل کو اپنا نہیں سمجھتے اور اسے اللہ عز و جل کی عطا جانتے ہیں۔



حکم عدولی کرنے والے محروم رہتے ہیں

ایک بادشاہ نے اپنے مشیروں سے کہا کہ فلاں شخص کی تنخواہ دو گنی کر دو کیونکہ وہ کبھی شاہی دربار سے غیر حاضر نہیں ہوا اور ہر وقت میرے حکم کا منتظر رہتا ہے جبکہ باقی تمام لوگ شاہی دربار میں بھی کھیل تماشوں میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہیں۔ ایک صاحب حال شخص نے جب بادشاہ کا یہ فرمان سنا تو ایک نعرہ مستانہ بلند کیا اور وجد میں آگیا۔

لوگوں نے اس شخص سے اس کی اس کیفیت کے متعلق دریافت کیا کہ اس میں ایسی کیا بات تھی کہ تم سن کر وجد میں آ گئے۔

اس صاحب حال شخص نے کہا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں بندوں کا حال بھی یہی ہے اور ہر ایک کا مقام و مرتبہ الگ الگ ہے۔ اگر بندہ کچھ دن بادشاہ کی خدمت میں رہے اور اپنے امور کی ادائیگی میں پابندی کا خیال رکھے تو بادشاہ اس پر اتنا مہربان ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل کی خلوص نیت کے ساتھ عبادت کرنے والوں پر اللہ عزوجل کیونکر مہربان نہ ہوگا؟ پس حکم ماننا باعث رسوائی نہیں بلکہ عقل مندی کی دلیل ہے اور جو حکم عدولی کرتے ہیں وہ محروم رہتے ہیں۔ جس کا نصیب اچھا ہو وہ کبھی حکم عدولی نہیں کرتا اور اپنا سر ادب سے چوکھٹ پر جھکائے رکھتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے اپنے ایک مصاحب سے خوش ہو کر اس کی تنخواہ دو گنی کر دی۔ ایک درویش نے

جب اس بادشاہ کی بات سنی تو اس نے ایک نعرہ لگایا اور وجد میں آ گیا۔ لوگوں نے اس درویش سے اس کیفیت کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ جب دنیا کا بادشاہ خوش ہو کر انعام و اکرام سے نواز سکتا ہے تو پھر اس بادشاہ حقیقی کا کیا جو تمام خزانوں کا مالک اور تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ اگر کوئی اس کی عبادت خلوص کے ساتھ کرے گا تو وہ یقیناً اسے انعام و اکرام سے نوازے گا اور حکم عدولی کرنے والے ہمیشہ محروم رہتے ہیں۔



پانی کا ایک قطرہ

پانی کا ایک ننھا سا قطرہ بادل سے ٹپکا اور دریا میں آن گرا۔ اس ننھے قطرے نے جب دریا کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ کیا تو اسے اپنی ذات نہایت حقیر محسوس ہوئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اتنے بڑے دریا کے مقابلے میں بھلا میری کیا ہستی ہے؟ میں تو کسی شمار میں نہیں آتا، باقی بھی رہا تو کیا اور فنا بھی ہو گیا تو کیا؟ قطرے نے یہ تمام باتیں نہایت عجز و انکساری سے سوچی تھیں ایک صدف نے اسے منہ کھول کر اپنے اندر کر لیا اور پھر اس کی پرورش کر کے اسے ایک قیمتی موتی بنا دیا۔ یقیناً اسے یہ اعزاز و مرتبہ اس لئے حاصل ہوا کہ اس نے خود کو حقیر جانا اور جس نے خود کو حقیر جانا وہی بلند مرتبہ کا حامل ہوا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں پانی کے ایک قطرے کی کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ وہ دریا میں جانے کے بعد سوچنے لگا کہ میری حقیقت کیا ہے؟ اس قطرے کی یہ بات عجز و انکساری پر مبنی تھی۔ پس جس شخص نے بھی عجز و انکساری کا مظاہرہ کیا وہ یقیناً بارگاہ الہی میں کامیاب و کامران ہوا۔ اللہ عز و جل کو انسان کی جو نیکی سب سے زیادہ پسند ہے وہ اس کا عجز ہے اور عجز و انکساری اختیار کرنا ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ علیہم السلام کا شیوہ ہے۔



پیٹو شخص کا دشمن اس کا پیٹ ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ درویشی کا لباس اوڑھے ہم چند دوست اکٹھے زندگی گزار رہے تھے۔ ہم میں سے ایک شخص بہت پیٹو اور بے صبر تھا۔ ایک دن ہم کھجوروں کے ایک باغ کی جانب جانکے جہاں سرخ سرخ اور پکی ہوئی کھجوریں دیکھ کر اس بے صبرے کا جی لپجانے لگا اور وہ جلدی سے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ ابھی وہ پیٹو جی بھر کے کھجوریں کھا بھی نہ پایا تھا کہ شاخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور وہ گر کر مر گیا۔

اتفاقاً اس وقت اس باغ کا مالک بھی ادھر آ گیا اور اس نے جب لاش دیکھی تو ہم سے دریافت کیا کہ اس کس نے مارا ہے؟ میں نے اسے جواب دیا کہ اس کو اس کے پیٹ نے مارا ہے۔ پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور یہ حقیقت ہے کہ پیٹو شخص کا دشمن اس کا پیٹ ہے اور اس کا پیٹ اس کے لئے ہاتھوں اور پاؤں کی زنجیریں بن جاتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنے ایک پیٹو دوست کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پیٹو شخص کا دشمن اس کا پیٹ ہے اور انسان کے پیٹ کو اس کی قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا انبیاء کرام علیہم السلام کا شیوہ ہے۔



ایسی نمازیں جن میں دکھاوا ہو وہ جہنم کی جانب دھکیل دیں گی

ایک بچے نے روزہ رکھ لیا۔ آدھا دن تو اس نے جیسے تیسے کر کے گزار لیا پھر بھوک اور پیاس کی شدت نے اسے بے چین کر دیا اور اس کی ہمت جب جواب دینے لگی تو اس نے خیال کیا کہ اگر میں چپکے سے کچھ کھالوں گا تو کسی کو کچھ خبر نہ ہوگی۔ گھر والوں کو اس کی اس حرکت کی خبر نہ ہوئی اور وہ شام تک اس کی دل جوئی اور خاطر مدارت میں لگے رہے۔ افطار کا بہترین انتظام کیا گیا لیکن ظاہر ہے کہ روزے سے تو اب اس کو کچھ واسطہ نہ تھا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بوڑھا شخص اس بچے سے زیادہ نادان ہے جو دکھاوے کے لئے روزہ رکھتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے۔ عبادت وہی خالص ہے جو خاص اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لئے کی جائے۔

ایسی نمازیں جن میں دکھاوا ہو وہ جہنم کی جانب دھکیل دیں گی۔ یہ نمازیں لوگوں میں مقبولیت اور نیک نامی حاصل کرنے کے لئے پڑی جاتی ہیں اور اگر نمازی کا مقصد محض مخلوق کی خوشنودی ہے تو نمازی کا مصلیٰ آگ کے انگاروں پر بچھا ہوا ہے اور اگر کوئی شخص زید کی خدمت کر کے عمرو سے اجرت وصول کرنے کی توقع رکھتا ہے وہ نرا احمق ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بچے کے روزہ رکھنے کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس بچے نے روزہ رکھ لیا اور پھر جب بھوک کی شدت سے بے چین ہوا تو

اس نے چپکے سے کھاپی لیا کہ اس کے کھانے پینے کی خبر کسی دوسرے کو کیسے ہوگی؟ گھر والے بھی اس کی اس حرکت سے بے خبر رہے اور پھر جب روزہ افطار کرنے کا وقت آیا تو اس بچے کی خاطر مدارت میں مصروف ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ بوڑھا شخص اس بچے سے زیادہ نادان ہے اور وہ ریاکاری کی عبادت کرتا ہے۔ نمازیں پڑھتا ہے تو دکھاوے کے لئے اور روزہ رکھتا ہے تو وہ بھی دکھاوے کے لئے۔



اللہ عزوجل کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں

ایک بادشاہ کو کوئی خطرناک بیماری لاحق ہو گئی جس کا ذکر نہ کیا جاسکتا تھا۔ یونانی حکماء کا ایک گروہ اس بات پر متفق ہو گیا کہ اس بیماری کا کوئی علاج نہ تھا یہاں تک کہ کسی ایسے آدمی کے متعلق علم ہو جو بادشاہ کی سی صفات کا حامل ہو۔

بادشاہ نے ایسے شخص کی تلاش کا حکم دے دیا اور پھر تلاش کے بعد ایک زمیندار کا بیٹا مل گیا جو حکماء کی بیان کی گئی تمام صفات پر پورا اترتا تھا۔ بادشاہ نے اس لڑکے کے والدین کو مال و دولت دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اپنے بیٹے کی قربانی دے دیں۔ قاضی نے فتویٰ جاری کر دیا کہ بادشاہ کی جان بچانے کے لئے رعایا میں سے اگر کسی ایک کا خون بہایا جائے تو یہ جائز ہوگا۔ جلاد نے قتل کا ارادہ کیا تو لڑکے نے آسمان کی جانب منہ کیا اور مسکرا دیا۔ بادشاہ نے لڑکے کی مسکراہٹ دیکھی تو دریافت کیا کہ تم ایسے وقت میں کیوں مسکرا رہے ہو؟

لڑکے نے کہا کہ اولاد کا مان اس کے والدین ہیں اور دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور انصاف بادشاہ سے طلب کیا جاتا ہے۔ ماں باپ نے دولت کی لالچ میں میرے قتل پر آمادگی ظاہر کر دی۔ قاضی شہر نے میرے قتل کا فتویٰ جاری کر دیا۔ بادشاہ اپنی زندگی میرے قتل میں سمجھتا ہے ایسے وقت میں اللہ عزوجل کے سوا میرے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ اے بادشاہ! میں حیرے متعلق کس سے فریاد کروں؟ بس میں اللہ عزوجل سے ہی انصاف کا طلبگار ہوں۔

بادشاہ نے جب اس لڑکے کی بات سنی تو رو پڑا اور کہنے لگا کہ میں خواہ مردوں یا

زندہ رہوں میرے نزدیک اس بے گناہ کے قتل سے میرا مر جانا ہی بہتر ہے۔ پھر بادشاہ نے آگے بڑھ کر اس لڑکے کا سر چوما اور بغلگیر ہو کر اسے بے شمار مال و زر عطا کیا۔ اللہ عز و جل کی قدرت دیکھئے کہ وہ بادشاہ ایک ہی ہفتے میں تندرست ہو گیا۔ ہاتھی والے نے دریائے نیل کے کنارے پر کہا کہ اگر تو اپنے پاؤں تلے چوٹی کا حال جاننا چاہتا ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے تیرا حال ہاتھی کے پاؤں کے نیچے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اکثر اس بات پر غور کرتا ہوں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں جسے کوئی خطرناک مرض ہو گیا جس کا علاج یونانی حکماء نے یہ بتایا کہ اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جس میں بادشاہ جیسی صفات موجود ہوں تو اس کو قتل کرنے سے بادشاہ کا مرض ختم ہو جائے گا۔ بالآخر ایک لڑکا مل گیا اور اس کے والدین نے بے شمار مال کے عوض اس کے قتل پر رضامندی ظاہر کر دی۔ جب اس لڑکے کے متعلق قتل کا فتویٰ جاری ہوا تو اس لڑکے نے کہا کہ میں انصاف کس سے طلب کروں کہ میرے والدین میرے قتل پر راضی ہیں اور بادشاہ جس سے انصاف کی توقع ہے وہ اپنی جان بچانا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے اس لڑکے کی بات سنی تو اس کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔ اللہ عز و جل نے اس بادشاہ کو صحت عطا فرمادی۔ پس اگر بندہ صحیح معنوں میں اللہ عز و جل پر توکل رکھے کہ ہر امر اسی کی جانب سے ہے تو یقیناً اللہ عز و جل اس کے حق میں بہتری فرماتا ہے۔



زندگی گزارنے کا سنہری اصول

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر ”رودبار“ سے ہوا مجھے وہاں ایک ایسا شخص ملا جو چیتے پر سوار تھا۔ میں نے جب اسے دیکھا تو خوف سے کانپنا شروع ہو گیا۔ اس شخص نے جب میری یہ حالت دیکھی تو مسکرا دیا اور کہنے لگا: اے سعدی رحمۃ اللہ علیہ! مجھے اس چیتے پر سوار دیکھ کر تم کیوں حیران ہوتے ہو؟

اگر تم بھی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنا سر ادب سے جھکا لو گے اور اللہ عزوجل کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی بسر کرو گے تو تمہارا انکار کوئی بھی نہیں کرے گا اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے دوسرے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ پھر اس شخص نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جب بادشاہ اللہ عزوجل کے احکامات پر عمل پیرا ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کا محافظ بن جاتا ہے اور ہر معاملہ میں اس کی مدد کرتا ہے۔

پس جب اللہ عزوجل دوست بن جائے تو پھر ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے دوست کو کسی دشمن کے حوالے کر دے۔ اے سعدی رحمۃ اللہ علیہ! یاد رکھو! زندگی گزارنے کا یہی سنہری اصول ہے اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دورانِ سیاحت میرا گزر رودبار سے ہوا وہاں میں نے ایک شخص کو دیکھا جو چیتے پر سوار تھا اور یہ اس بزرگ کی کرامت تھی۔ میں نے اس شخص کو دیکھا تو مجھ پر کچلی طاری ہو گئی۔ اس شخص نے میری کیفیت دیکھی تو مجھ سے کہا کہ حیران کس بات پر ہو؟ اگر تم بھی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں

اپنا سر جھکا دو گے تو یقیناً تم بھی یہ مرتبہ حاصل کر لو گے۔ زندگی گزارنے کا اصول یہ ہے کہ بندہ اللہ عزوجل کے احکامات پر عمل پیرا ہو تو اللہ عزوجل محافظ بن جاتا ہے اور جب بندہ اپنے تمام معاملات کو اللہ عزوجل کے سپرد کر دیتا ہے تو پھر وہ ان معاملات میں درستگی پیدا کر دیتا ہے۔ جو شخص اللہ عزوجل کا دوست بن جاتا ہے تو اللہ عزوجل اسے کبھی کسی کے دشمن کے سپرد نہیں کرتا۔ اولیاء اللہ ﷺ کو بلند مرتبہ اسی وجہ سے ملتا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی رضا میں راضی رہتے ہیں اور کسی بھی حال میں اس کی حکم عدولی نہیں کرتے۔



فکر دنیا نے اللہ عز و جل سے غافل کر رکھا ہے

ایک غریب شخص کے بچے کے دانت ٹکنا شروع ہوئے تو وہ پریشان ہو گیا اور سوچنے لگا کہ اب اس کے دانت ٹکنا شروع ہو گئے ہیں کہ کل یہ مجھ سے روٹی مانگے گا جبکہ اپنا حال تو یہ ہے کہ مشکل سے گزارہ ہوتا ہے۔

اس شخص نے بچے کے کھانے پینے کے متعلق سوچنا شروع کر دیا مگر اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔ اس نے اپنی بیوی سے اس معاملے میں مشورہ کیا تو اس نے نہایت پراعتماد لہجے میں کہا کہ تم اس کی فکر کیوں کرتے ہو اگر تم اس کے کھانے پینے کے ذمہ دار ہو گے تو تم اسے مار دو گے۔ جس نے اسے دانت عطا کئے ہیں وہ یقیناً اس کے کھانے پینے کا بھی بندوبست کرے گا۔

کیا تم جانتے نہیں کہ جب کوئی شخص غلام خریدتا ہے تو اس کے کھانے پینے کا بھی بندوبست کرتا ہے؟ کیا تم اللہ عز و جل پر اتنا بھروسہ بھی نہیں رکھتے جتنا کہ ایک غلام کو اپنے آقا پر ہوتا ہے؟ اصل مسئلہ دل کا ہوس سے پاک ہونا ہے اور جب انسان کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کے نزدیک مٹی اور سونا دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔

اگر انسان کے دل کو یہ پاکیزگی حاصل نہ ہو تو اس کا حال افریدون جیسا ہوتا ہے جو ایک ملک کا بادشاہ ہونے کے باوجود مزید ممالک پر قبضہ کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک غریب شخص کا واقعہ بیان کر رہے ہیں جس کے بچے نے دانت ٹکنا شروع کئے تو وہ اس کے رزق کے لئے پریشان ہو گیا

حالانکہ وہ بے وقوف یہ نہیں جانتا تھا کہ رزق کا ذمہ اللہ عزوجل کا ہے اور وہ جس انسان کو اس دنیا میں بھیجتا ہے اس کے رزق کا بھی انتظام فرما دیتا ہے۔ ہمیں فکر دنیا نے اللہ عزوجل سے غافل کر رکھا ہے اگر ہم اپنے دل کو نفسانی خواہشات سے پاک کر لیں اور اللہ عزوجل پر کامل بھروسہ رکھیں تو یقیناً ہمارے دل کو پاکیزگی حاصل ہوگی اور ہمارا ایمان اس پر پختہ ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل ہی خالق رازق اور مالک ہے۔



پیر کی اپنے مرید کو نصیحت

ایک بزرگ کا ایک مرید ترک درویشوں کی صحبت میں گیا اور ان کا گانا بجانا سن کر اس پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ اس نے ان کے تمام ساز توڑ دیئے۔ ان درویشوں نے اس کی اس حرکت پر اسے خوب مارا۔ وہ مرید اپنے پیر کے پاس پہنچا اور تمام واقعہ ان کے گوش گزار کیا۔ پیر نے مرید کی بات سنی تو اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تو نہیں چاہتا کہ تیرا چہرہ دف کی طرح تھپڑ کھا کر سرخ ہو تو اپنے سر کو چنگ کی مانند جھکالے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بزرگ کی اپنے مرید کو نصیحت بیان کرتے ہیں جو گانا سن کر مدہوش ہو گیا اور اس نے گانا بجانے والوں کے تمام آلات توڑ دیئے۔ نیز اس حکایت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسی محافل میں شمولیت سے اجتناب برتنا چاہئے جن میں شمولیت اختیار کرنے سے برائی کا اندیشہ ہو اور ایمان جانے کا خطرہ ہو۔



بارگاہِ الہی کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں

ایک درویش ساری رات عبادت میں مصروف رہا اور صبح ہوئی تو اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اپنی مناجات رب کے آگے بیان کرنے لگا۔
غیب سے آواز آئی کہ تیری دعا قبول نہ ہوگی اس لئے تو اپنا وقت برباد نہ کر۔ اگلی رات وہ درویش پھر ساری رات عبادت میں مشغول رہا اور صبح کے وقت پہلے دن کی طرح دعائیں مشغول ہو گیا۔

اس درویش کے ایک مرید کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ ہاتھ غیب نے میرے مرشد کی دعاؤں کو رد کیا جانے کی نوید سنائی ہے۔ وہ انہیں دعا کرتے دیکھ کر بولا کہ جب آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے آپ کی دعا قبول نہ ہوگی تو پھر یہ مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟
ان درویش نے جب اپنے اس مرید کی بات سنی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ گلوگیر آواز میں بولے کہ تو ٹھیک کہتا ہے کہ مجھے دھتکار دیا گیا ہے لیکن میں کیا کروں کہ بارگاہِ الہی کے سوا میرا اور کوئی ٹھکانہ نہیں اور اگر اللہ عز و جل نے مجھ سے اپنی نظریں پھیر لیں تو تو یہ خیال نہ کر کہ میں کسی اور در پر چلا جاؤں گا میرا تو اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی در اس کے در کے سوا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کا قصہ بیان کرتے ہیں جو بارگاہِ الہی میں دعا مانگ رہا تھا اور ہاتھ غیب سے ندا آئی کہ تیری دعا قبول نہ ہوگی۔ اس درویش کے مرید نے عرض کی کہ جب آپ کی دعا قبول نہ ہوگی تو پھر دعا کیوں مانگتے ہیں؟

ان درویش نے کہا کہ بارگاہِ الہی کے سوا میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔

پس انسان کو چاہئے کہ وہ کسی بھی حالت میں اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور جان رکھے کہ مالکِ حقیقی اسی کی ذات ہے اور اس کے در کے سوا کوئی دوسرا در نہیں ہے۔ اللہ عزوجل دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور اگر تمہاری کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو یہ گمان نہ کرو کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ یہ جان رکھو کہ اس میں تمہارے لئے کوئی بھلائی کا پہلو نہیں تھا اس لئے اللہ عزوجل نے اسے قبول نہیں فرمایا۔ نیز مایوسی گناہ ہے اور اللہ عزوجل کی رحمت سے ناامید ہونا کفار کا شیوہ ہے۔



بچوں کی جائز ضروریات اور ان کی بھلائی کے لئے خرچ کرو

ایک شخص بے حد مالدار تھا مگر وہ انتہا کا کنجوس تھا۔ وہ شخص نہ خود پر کچھ خرچ کرتا اور نہ ہی اپنے بال بچوں پر کوئی رقم خرچ کرتا۔

مال جمع کرنے کی ہوس نے اسے اپنا قیدی بنا رکھا تھا اور وہ اس مال و زر کی لالچ میں اس قدر مبتلا ہو چکا تھا کہ اس سے رہائی کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس شخص کا بیٹا اسی غم میں ہر وقت مبتلا رہتا تھا کہ کسی طرح اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا باپ یہ تمام دولت کہاں جمع کرتا ہے؟ ایک دن وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گیا اور اس نے اپنے اس بخیل اور کنجوس باپ کے خزانے کا سراغ لگالیا۔

جب اس کا باپ باہر گیا تو اس نے وہ سارا سونا چاندی اس جگہ سے نکال کر اس جگہ پتھر رکھ دیئے۔ باپ جتنا کنجوس تھا بیٹا اتنا ہی عیاش تھا اس کے ہاتھ جب مال و دولت آیا اس نے اسے مال مفت کی طرح بے سوچے سمجھے خرچ کرنا شروع کر دیا اور راگ و رنگ کی محافل سجانا شروع کر دیں۔ جب اس کنجوس اور بخیل شخص پر یہ راز افشا ہوا تو وہ اپنا سر پیٹ کر رہ گیا اور اسی غم میں ساری رات جاگتا رہتا جبکہ بیٹا رقص و سرور کی محافل میں ساری رات جاگتا رہتا۔ اگر مال کے اس طرح ضائع ہونے سے پہلے وہ بخیل اور کنجوس سمجھ جاتا تو یقیناً اس کو فائدہ ہوتا۔ مال تو اس لئے ہے کہ اسے اپنے بچوں کی جائز ضروریات اور ان کی بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا جائے۔

کنجوس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ وہ نہ تو خود فائدہ اٹھاتا ہے اور نہ ہی کسی اور کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ وہ قطرہ قطرہ کر کے مال جمع کرتا رہتا ہے اور پھر اسے دوسروں کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک کنجوس شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں جو اپنے بال بچوں کی جائز ضروریات پر بھی خرچ کرنا گوارا نہ کرتا تھا۔ اس شخص کے بیٹے نے اس کی دولت کا سراغ لگا کر تمام دولت نکال لی اور قص و سرور کی محافل پر اس دولت کو لٹا دیا۔ انسان کو چاہئے بچوں کی جائز ضروریات اور ان کی بھلائی کے لئے خرچ کرے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے مال میں کنجوسی نہ کرے اور اسے جائز امور میں خرچ کرے کہ جائز امور میں خرچ کرنے سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور مال و دولت کی ہوس میں انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ عنقریب اسے موت آن لے گی اور اس کا یہ مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ قرآن مجید میں قارون کا بیان ہماری عبرت کے لئے کافی ہے۔



معمولی سی نیکی کا بڑا فائدہ

ایک نیک فطرت شخص نے مصیبت کے وقت ایک بوڑھے شخص کی مدد کی۔ کچھ عرصہ بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ اس نوجوان کو کسی جرم میں گرفتار کر لیا گیا اور اس جرم کی سزا موت تھی۔ شاہی فوج اس نوجوان کو پکڑ کر بادشاہ کی عدالت میں لے گئی اور بادشاہ نے اس کا جرم جاننے کے بعد ملکی قوانین کے تحت اسے سزائے موت کا حکم سنادیا۔

مقدمے کا فیصلہ ہونے کے بعد جلاد اس نوجوان کو قتل خانے میں لے گئے اور اس کے قتل کا منظر دیکھنے اس زمانے کے رواج کے مطابق شہر کے ہزاروں لوگ اکٹھے ہو گئے۔ ان لوگوں میں وہ بوڑھا شخص بھی تھا جس کی اس نوجوان نے مصیبت کے وقت مدد کی تھی۔

اس بوڑھے شخص نے جب اپنے محسن کو اس حالت میں دیکھا تو اسے بہت افسوس ہوا۔ وہ سوچنے لگا کہ کون سی ایسی تدبیر ہو کہ میں اپنے محسن کو بچا سکوں۔ بالآخر اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ لوگو! اس ملک کے بادشاہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ہمارا ملک یتیم و بے آسرا ہو گیا ہے۔

بوڑھے شخص کی بات سننے کے بعد جھوم میں کھلبلی مچ گئی اور جلاد بھی اپنی تلواریں پھینکتے ہوئے محل کی جانب بھاگ پڑے۔ اس اثراتفری میں اس نوجوان کو وہاں سے بھاگنے کا موقع مل گیا۔ بادشاہ کی موت کی خبر چھوٹی تھی اس لئے کچھ ہی دیر میں معلوم ہو گیا کہ وہ بوڑھا شخص جس نے یہ افواہ اڑائی تھی وہ مجرم ہے اور اس لئے اس نوجوان کو سزائے بچانے کے لئے پھر حرکت کی تھی۔

شاہی فوج نے اس بوڑھے شخص کو گرفتار کر کے بادشاہ کی عدالت میں پیش کر دیا۔ بادشاہ نے اس بوڑھے شخص سے دریافت کیا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی اور ساری عوام جانتی ہے کہ ہم انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہیں پھر تو نے ہماری موت کی آرزو کیوں کی؟ اس بوڑھے شخص نے کہا کہ اس نوجوان نے میرے ساتھ نیکی کی اور میں نے اس کی جان بچانے کی غرض سے یہ افواہ پھیلائی۔ بادشاہ نیک فطرت تھا اس نے اس بوڑھے کو اس اعتراف پر معاف کر دیا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ وہ نوجوان اس مقتل گاہ سے فرار ہونے کے بعد جا رہا تھا کہ ایک واقف نے اس سے پوچھا کہ تو جلاد کی تلوار سے کیسے بچ نکلا؟ اس نوجوان نے کہا کہ میری ایک معمولی سے نیکی نے مجھے بڑا فائدہ پہنچا دیا اور میں مقتل گاہ سے بچ نکلا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جسے کسی جرم میں بادشاہ وقت نے موت کی سزا سنائی۔ اس شخص نے کسی بزرگ پراحسان کیا تھا اس بزرگ نے اس شخص کو بچانے کے لئے شور مچا دیا کہ بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ جلاد اس شخص کو چھوڑ کر شاہی محل پہنچے مگر وہاں بادشاہ زندہ تھا۔ اس بوڑھے کو گرفتار کر کے جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے بتایا کہ اس شخص نے مجھ پراحسان کیا تھا میں نے اس کے احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے یہ جھوٹا اعلان کیا۔ بادشاہ نے اس بوڑھے کی بات کو پسند کیا اور اس شخص کو معاف کر دیا۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ معمولی سی نیکی بھی بڑا فائدہ پہنچا سکتی ہے اس لئے نیک کام کو کبھی چھوٹا یا بڑا نہیں جانا چاہئے۔



لوگوں کے غم نے ہلاک کر دیا

ایک مرتبہ دمشق میں سخت قحط پڑ گیا اور نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ ٹڈیاں سبزے کو کھا گئیں اور انسان ٹڈیوں کو کھا گئے۔ بھوک کی شدت سے مخلوق خدا ہلاک ہو گئی۔ ایک روز میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو بہت مالدار تھا۔ میں نے اس شخص کو نہایت پریشانی کے عالم میں دیکھا جیسا کہ شہر کے مساکین کی حالت ہوتی ہے۔

میں (حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ) نے اس سے دریافت کیا کہ کیا بھائی میں تمہیں اس حالت میں دیکھ رہا ہوں؟

وہ کہنے لگا: اے سعدی (رحمۃ اللہ علیہ)! کیا تم جانتے نہیں کہ اس وقت قحط کی صورتحال ہے اور تمام مخلوق خدا برباد ہو گئی ہے؟

میں نے کہا کہ مجھے اس کا علم ہے لیکن قحط کا تم پر کیا اثر ہو سکتا ہے؟ تم اللہ کے فضل سے مالدار ہو اور کسی بھی شے کا حصول تمہارے لئے ناممکن نہیں؟

میری بات سن کر اس شخص نے آہ بھری اور کہنے لگا: اے سعدی (رحمۃ اللہ علیہ)! ایک ایسے شخص کے لئے جو حساس ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے ارد گرد سے بے خبر ہو جائے اور اپنے ارد گرد موجود لوگوں کو بھول کر صرف اپنی ذات کی فکر کرے؟

کوئی شریف النفس شخص کسی شخص کو دریا میں ڈوبتا دیکھ کر ساحل پر مطمئن کیسے کھڑا رہ سکتا ہے؟ بے شک مجھے بھوک اور پیاس کی تنگی محسوس نہیں ہو رہی لیکن مجھے اپنے ارد گرد موجود لوگوں کے غم نے ہلاک کر دیا ہے۔ اگر کسی کا کوئی عزیز قید کر دیا جائے تو کیا وہ آرام و سکون سے رہ سکتا ہے؟

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں آنے والے قحط کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس قحط میں بے شمار مخلوق خدا ہلاک ہو گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک امیر شخص سے اس کی پریشانی کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں اپنے ارد گرد موجود لوگوں سے کیسے بے خبر ہو سکتا ہوں؟ مجھے ان کے غم نے ہلاک کر دیا ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ کسی بھی معاشرے میں موجود صاحب حیثیت لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ارد گرد موجود غریب و مساکین کے حالات سے بے خبر نہ ہوں اور اپنی زندگی کی آسائشوں میں سے ان کی ضروریات کا بھی کچھ خیال کریں۔ اگر دنیا کے تمام مالدار ایسی ہی سوچ کو اختیار کر لیں تو یقیناً یہ دنیا جنت کا بہترین نمونہ بن جائے۔



نقصان پہنچانے والے پر رحم کرنا بے ضرر پر ظلم کرنے کے مترادف ہے

ایک شخص کے مکان کی چھت پر بھڑوں نے اپنا چھتا لگا لیا۔ اس شخص نے ارادہ کیا کہ وہ اس چھتے کو توڑ دے لیکن اس کی بیوی آڑے آگئی اور اسے کہنے لگی کہ یہ مناسب نہیں لگتا کہ ہم بھڑوں کا چھتا توڑ کر انہیں بے گھر کر دیں۔

اس شخص نے جب بیوی کی بات سنی تو اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ کچھ روز بعد وہ شخص کاروبار کے سلسلہ میں شہر سے باہر چلا گیا۔

ایک دن اس کی بیوی ان بھڑوں کے چھتے کے پاس سے گزری تو بھڑوں نے اس جھپٹ لیا اور ڈنک مارنا شروع کر دیئے یہاں تک کہ اس کا سارا بدن سوج گیا۔

جب وہ شخص کاروباری معاملات پنپا کر اپنے گھر واپس لوٹا تو اس نے اپنی بیوی کو تڑپتا ہوا دیکھا۔ اس کی بیوی گھر میں ادھر ادھر بھاگ رہی تھی اور شور مچا رہی تھی۔

اس شخص نے جب اپنی بیوی کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا کہ اب شور کیوں مچاتی ہو جب میں بھڑوں کا چھتا ختم کرنا چاہتا تھا تو تم نے ہی مجھے ان کا چھتا ختم کرنے سے روکا اگر آج میں نے ان کا چھتا ختم کر دیا ہوتا تو تمہاری یہ حالت ہرگز نہ ہوتی۔

ظلمندری کا تقاضا یہی ہے کہ سانپ کو دیکھتے ہی اس کا سر کچل دیا جائے اور نقصان پہنچانے والے پر رحم کرنا بے ضرر پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شخص کے گھر بھڑوں کے چھتے کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ بھڑوں نے اس کے گھر چھتا لگا لیا اور اس شخص نے جب اس چھتے کو ختم کرنا چاہا تو اس کی بیوی نے اسے روک دیا۔ پھر جب وہ شخص کسی کام سے شہر سے باہر گیا تو ان بھڑوں نے اس کی بیوی کو کاٹ لیا۔ جب وہ شخص لوٹا تو اس نے اپنی بیوی کے سوجے ہوئے بدن کو دیکھ کر کہا کہ اب تو کیوں شور مچاتی ہے جب میں اس چھتے کو ختم کر رہا تھا تو تو نے مجھے ایسا کرنے سے روک دیا۔ عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ سانپ کو دیکھ کر اس کا سر کچل دیا اس سے پہلے کہ وہ تمہیں ڈس لے۔ نقصان پہنچانے والے پر رحم کرنا بے ضرر پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔



حق گوئی کا شیوہ ترک کر دینا اچھی بات نہیں

ایک نیک اور ایماندار شخص سے اس وقت کا بادشاہ ناراض ہو گیا اور بادشاہ کی ناراضگی کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس نے بادشاہ کے سامنے حق بات کہہ دی تھی۔

بادشاہ کو اس کی حق گوئی پسند نہیں آئی اور اس نے اسے گستاخی خیال کیا اور اسے قید خانے میں قید کروا دیا۔ وہ نیک اور ایماندار شخص اس قید خانے میں بھی بہت خوش تھا اور قید خانے کی تنگ و تاریک کوٹھری میں بھی پرسکون تھا۔ اگر کوئی اس سے ملاقات کے لئے آتا تو وہ نہایت خوش دلی سے اس کا استقبال کرتا اور قید خانے کی سختیوں کے متعلق کوئی گلہ شکوہ نہ کرتا اور کہتا کہ یہ مشکل عنقریب ختم ہو جائے گی۔

بادشاہ کو جب اس شخص کی باتوں کی خبر ہوئی تو بادشاہ اپنے رفقاء سے ہنس کر کہنے لگا کہ یہ اس بے وقوف کی بھول ہے کہ وہ اس قید خانے سے باہر نکل آئے گا۔ اب اس قید خانے سے اسے رہائی اس کی زندگی سے مشروط ہے۔

بادشاہ کی اس بات کی خبر جب اس شخص کو ہوئی تو اس نے مسکرا کر کہا کہ اس سودے میں بھی کوئی خسارہ نہیں ہے بلکہ یہ تو میرے لئے باعث نفع ہے۔ میں جب اس ظلم کو برداشت کرتا ہوا مالک حقیقی کے روبرو پہنچوں گا تو یقیناً اس کی رحمت سے نوازا جاؤں گا اور بادشاہ مالک حقیقی کے غضب کا شکار ہوگا۔

بادشاہ کو جب اس شخص کی اس بات کا علم ہوا تو وہ غصہ میں بھر گیا اور اس نے حکم جاری کیا کہ اس شخص کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے۔ کسی نے اس شخص سے کہا کہ تمہیں چاہئے تھا کہ تم احتیاط سے کام لیتے وہ بادشاہ وقت ہے تمہاری بات اسے گراں گزری ہے۔

اس شخص نے بے پرواہی سے کہا کہ سزا کے خوف سے حق گوئی کا شیوہ ترک کر دینا اچھی بات نہیں اور میں بادشاہ کی اس سزا کو بھی ہنسی خوشی برداشت کر لوں گا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نیک اور ایماندار شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس کی حق گوئی کی وجہ سے بادشاہ نے اسے قید میں ڈلوادیا۔ وہ شخص بادشاہ کی اس سزا سے پریشان نہ ہوا اور اس نے اس سزا کو ہنسی خوشی قبول کر لیا۔ پس جان لینا چاہئے کہ خواہ کیسی ہی مصیبت کیوں نہ آن پڑے حق گوئی کا شیوہ ترک نہیں کرنا چاہئے۔ کسی ظالم اور جابر کے سامنے کلمہ حق کہنا بھی جہاد ہے اور ہمارے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات بھی یہی ہیں۔



جو لوگ بظاہر کمزور ہوتے ہیں درحقیقت وہی طاقتور ہوتے ہیں

ایک نوجوان یادِ الہی میں ایسا مستغرق ہوا کہ وہ گھربار چھوڑ کر بیابانوں میں چلا گیا۔
باپ سے جوان بیٹے کی جدائی کا غم برداشت نہ ہوا اور اس کی حال خراب ہو گئی۔ اس نے کھانا
پینا چھوڑ دیا اور ہر وقت بیٹے کی یاد میں زار و قطار روتا رہتا۔

باپ کی اس حالت کو ایک شخص نے محسوس کیا اور وہ اس نوجوان کے پاس گیا اور
اسے بتایا کہ تیری جدائی نے تیرے باپ کا برا حال کر ڈالا ہے۔ تجھے چاہئے کہ تو اپنے گھر
واپس لوٹ جا اور اپنے باپ کے غم کو کم کر۔

اس نوجوان نے کہا کہ جب سے مجھے اللہ عز و جل نے اپنا بیٹا لیا ہے مجھے ہر شے
سے بیگانہ کر دیا ہے۔ اے شخص! تو مجھے گمراہ مت سمجھنا بلکہ میں تو حقیقی منزل کو پا چکا ہوں۔
اس دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں فرشتہ بھی کہا جاسکتا ہے اور ان کا شمار
درندوں میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگ فرشتوں کی طرح ہر وقت یادِ الہی میں مستغرق
رہتے ہیں اور درندوں کی طرح آبادیوں سے دور بھاگتے ہیں۔ یہ لوگ بظاہر تو کمزور ہوتے
ہیں مگر حقیقت میں وہ طاقتور ہوتے ہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نوجوان کا قصہ بیان کرتے ہیں جو
یادِ الہی میں مستغرق ہو گیا اور اس نے اپنے گھربار کو خیر باد کہہ دیا۔ اس نوجوان کے باپ کی

حالت جوان بیٹے کے یوں گھر سے جانے پر نہایت دگرگوں ہو گئی۔ جب اس نو جوان کو اس کے باپ کی حالت کے متعلق بتایا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے اللہ عز و جل نے ہر شے سے بیگانہ کر دیا ہے اور میں نے اپنے مقصودِ حقیقی کو پالیا ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ محبت کی معراج یہی ہے کہ انسان یادِ الہی میں اس قدر مستغرق ہو جائے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو جائے اور ایمان کی حقیقت یہی ہے کہ انسان کے دل میں ماسوائے محبتِ الہی کے کچھ باقی نہ ہو۔



نیک اعمال میں کوتاہی برتنے والا

بے شک نامراد ہی رہے گا

ملک روم کے ایک بادشاہ پر کسی طاقتور دشمن نے چڑھائی کر دی اور اس کی مملکت کا بیشتر علاقہ فتح کر لیا۔ اب اس بادشاہ کے قبضہ میں صرف کچھ علاقہ اور ایک قلعہ رہ گیا جس میں وہ قیام پذیر تھا۔ یہ بادشاہ بڑھاپے کو پہنچ چکا تھا اور اس پر اس کی حالت اس لئے بھی قابل رحم تھی کہ اس کا بیٹا اس کے معیار پر پورا نہ اترتا تھا۔ بادشاہ یہ سوچتا تھا کہ میں کس طرح اپنے دشمن سے اپنے علاقے واپس لے سکتا ہوں جبکہ میرا بیٹا بھی نااہل ہے اور نہ ہی وہ امور سلطنت چلانے کی قدرت رکھتا ہے۔

ایک دن بادشاہ نے ایک بزرگ کو اپنے حالات کے متعلق بتایا اور اپنے حالات بیان کرتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

ان بزرگ نے بادشاہ سے کہا کہ تو سخت نادانی کی بات کرتا ہے اور ایک ایسی چیز کے لئے فکر مند ہے جو ختم ہونے والی ہے تو اب بڑھاپے کو پہنچ چکا ہے تو اپنی آخرت کی فکر کر نہ کہ اس سلطنت کی جو فانی ہے اور یہ حکومت ہرگز ایسی چیز نہیں کہ اسے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا جائے۔

تاریخ کے اوراق کا مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہو گا کہ تجھ سے قبل بھی بے شمار بادشاہ گزر رہے ہیں اور وہ اپنی مملکت کو اپنے ساتھ نہیں لے گئے اور انہیں اپنی اس مملکت میں کفن کے سوا کچھ بھی نہ مل سکا۔

اے بادشاہ! تیرے کام آنے والے تیرے اچھے اعمال ہیں پس تو لوگوں پر رحم کر اور اپنے اعمال کی آبیاری بخشش و کرم سے کرتا کہ جب تجھے اس کا پھل ملے تو تو آسودہ اور مطمئن ہو۔ جو شخص اپنے بعد والوں کے لئے نیکی اور بھلائی چھوڑ جاتا ہے اس پر مرنے کے بعد بھی اللہ عز و جل کا فضل اور رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

نیک اعمال میں کوتاہی برتنے والا بے شک نا مراد ہی رہے گا اور ایسے فضول خیالات کو دل سے نکال دے کہ تنور تو اس نے گرم کیا مگر روٹی نہیں لگائی یعنی دنیا میں زندہ تو رہا مگر بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا اور جو لوگ وقت پر بیج نہیں بوتے انہیں اپنی غلطی کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب دوسروں کی فصل پک جاتی ہے اور اس کے کھلیان سوکھے کے سوکھے رہ جاتے ہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ ہر انسان کو اپنے مستقبل کی فکر لاحق ہوتی ہے مگر وہ یہ بھول جاتا ہے کہ اس نے ایک دن مرنا ہے اور مرنے کے بعد اس کے لئے دنیاوی چیزوں جن کے لئے وہ بھاگ دوڑ کرتا ہے کچھ نفع نہ ہوگا اور اس کے نیک اعمال ہی اس کی آخرت کو ستھاریں گے۔ پس کسی بھی انسان کے لئے اس کے مرنے کے بعد اسے نفع پہنچانے والی شے اس کے نیک اعمال ہیں جو وہ دنیا میں کرتا ہے۔



دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ

ایک بد بخت سپاہی نے ایک فقیر کے سر پر پتھر مار دیا۔ فقیر میں بدلہ لینے کی سکت نہ تھی اس لئے فقیر نے وہی پتھر پکڑ کر محفوظ کر لیا۔ ایک دن بادشاہ کو اس سپاہی پر غصہ آیا اور اس نے اس سپاہی کو ایک کنوئیں میں قید کر دیا۔

فقیر اس کنوئیں پر گیا اور اس سپاہی کو پتھر مارا۔ سپاہی نے پوچھا کہ تو کون ہے اور مجھے پتھر کیوں مارتا ہے؟ فقیر نے کہا کہ میں وہی فقیر ہوں جس کے سر پر تو نے فلاں وقت میں یہ پتھر مارا تھا۔

سپاہی نے کہا کہ پھر تو اتنا عرصہ کدھر رہا؟ فقیر نے کہا کہ مجھ میں سکت نہ تھی کہ میں اس وقت تجھے مارتا مگر آج مجھے موقع ملا ہے اس لئے میں نے اس دن کا بدلہ لے لیا۔

پس جب تم کسی نالائق کو منصب کا اہل نہ پاتے ہوئے بھی منصب پر فائز دیکھو تو خاموش رہو کیونکہ داناؤں نے ایسے موقع پر خاموش رہنے کا مشورہ دیا ہے۔

جب تمہارے ناخن تیز نہیں تو کسی سے جھگڑا نہ کرو کیونکہ جس نے بھی فولادی پنجوں سے مقابلہ کیا اس کی چاندی جیسی کلائی ضرور زخمی ہوئی۔ اس وقت تک صبر سے کام لو جب تک وقت اس کے ہاتھ نہ باندھ دے اور پھر جب وہ وقت کی گرفت میں آجائے تو پھر چاہے تم اس کا بھیجا ہی کیوں نہ نکالنا چاہو اس وقت نکال لو۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک بد بخت سپاہی کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے ایک فقیر کے سر پر پتھر مارا۔ فقیر اس وقت بدلہ لینے کی سکت نہ رکھتا تھا۔ پھر جب

اس سپاہی کو بادشاہ نے کسی ناراضگی کے سبب کنوئیں میں قید کر دیا تو وہ فقیر اس کنوئیں پر آیا اور اس نے اس سپاہی کو پتھر مارا۔ سپاہی نے پتھر مارنے کی وجہ دریافت کی تو اس فقیر نے کہا کہ جب تو نے مجھے مارا اس وقت میں بدلہ لینے کی سکت نہ رکھتا تھا۔ پس چاہئے کہ ہم اللہ عزوجل کی پکڑ سے ڈریں اور دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں کہ اللہ عزوجل کی پکڑ جب ہوتی تو ہے پھر ظالم ذلیل و رسوا ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل کی جانب سے دی گئی مہلت کو غنیمت جانو اور مظلوم کی بددعا سے بچو۔



حاسد کا ٹھکانہ دوزخ ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جس زمانے میں میں مدرسہ نظامیہ بغداد شریف میں زیر تعلیم تھا وہاں میرا ایک ساتھی میرے حسن بیان اور نکتہ آفرینی کے باعث مجھ سے حسد کیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے اپنے استاد محترم سے اپنے اس ساتھی کے متعلق شکایت کی کہ وہ مجھ سے حسد کرتا ہے اور میرے لئے پریشانی کا باعث بنتا ہے۔ وہ میری علمی قابلیت کی وجہ سے مجھ سے جلتا ہے۔

استاد محترم نے جب میری بات سنی تو مجھ پر ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ مجھے حیرانگی ہے کہ تو اس کے گناہ سے آگاہ ہے کہ وہ تجھ سے حسد کرتا ہے لیکن کبھی اپنے بارے میں بھی سوچتا ہے کہ تو غیبت جیسے گناہ میں مبتلا ہو رہا ہے۔ اگرچہ حاسد کا ٹھکانہ دوزخ ہے مگر تو بھی دوسرے طریقہ سے وہیں جا رہا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنے زمانہ طالب علمی کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک ساتھی مجھ سے حسد کرتا تھا پھر جب میں نے اس کی شکایت استاد سے کی تو استاد نے کہا کہ تیرا ساتھی حسد کرتا ہے اور تو اس کی غیبت کرتا ہے۔ حاسد کا ٹھکانہ اگرچہ دوزخ ہے مگر تو بھی غیبت کے ذریعے اسی جانب جا رہا ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ حسد اور غیبت جیسی معاشرتی برائیوں سے خود کو محفوظ رکھیں۔



موت کے سوا حسد کا کوئی علاج نہیں

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سپاہی کے بیٹے کو میں نے ایک بادشاہ کے دروازے پر کھڑے دیکھا۔ وہ اپنی فہم و فراست میں بے مثل تھا اور ایسا کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ بچپن میں ہی بزرگی کی علامات رکھتا تھا اور عظمت و ذہانت اس کی پیشانی سے ظاہر ہوتی تھی۔ اب دشمن کیا کر سکتے ہیں جب دوست ہی مہربان ہو۔

بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تیرے ہم جولیوں کی تیرے ساتھ کیا دشمنی ہے؟ اس لڑکے نے کہا کہ اللہ عز و جل بادشاہ سلامت کو قائم رکھے سب میرے ساتھ ٹھیک ہیں مگر میرے حاسد مجھ سے ناراض ہیں اور وہ اس وقت راضی ہوں گے جب مجھ سے آپ کا قرب جدا ہو جائے گا اور اللہ عز و جل آپ کا سایہ ہمیشہ میرے سر پر سلامت رکھے۔ میں تو کوشش کرتا ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں مگر میں اس حاسد کا کیا کروں جو خود بخود اپنا دل جلاتا رہتا ہے۔

حاسد کو موت ہی اس کے حسد سے نجات دلا سکتی ہے اور موت کے سوا اس کی بیماری کا کوئی اور علاج نہیں ہے۔ اگر کوئی اندھا سورج کو نہیں دیکھ سکتا تو اس میں سورج کیا قصور؟ حقیقت تو یہ ہے کہ ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا سورج کے سیاہ ہونے سے بہتر ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک سپاہی کے بیٹے کا قصہ بیان کرتے ہیں جو اپنی فہم و فراست میں بے مثل تھا۔ اس کے حاسدوں نے بادشاہ سے اس کی شکایت کی اور بادشاہ نے جب اس دشمنی کی وجہ اس لڑکے سے دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں ان حاسدوں کا کیا کر سکتا ہوں جو خواجواہ خود کو جلاتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بجائے کسی کی

خوبیوں سے حسد کرنے کے اپنے اندر بھی وہ اوصاف پیدا کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ نیز موت کے سوا حسد کا کوئی علاج نہیں اور حاسدوں کو ان کی موت ہی حسد سے نجات دلا سکتی ہے۔



خانہ کعبہ قبلہ حاجات ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ سلوک کے چند سوار میرے پاس آئے اور ان کی ظاہری حالت اچھی تھی۔ امراء میں سے ایک شخص ان کے ساتھ بے حد عقیدت رکھتا تھا اور اس نے ان کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔

پھر ان درویشوں میں سے ایک نے ایسی حرکت کی جس کی وجہ سے وہ امیر شخص ان سے باغی ہو گیا اور اس نے ان کا وظیفہ بند کر دیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ ان کا وظیفہ جاری ہو جائے اور اس کے لئے میں نے اس شخص تک رسائی حاصل کرنا چاہی۔ اس امیر شخص کے دربان نے میرے ساتھ بدتمیزی کی اور مجھے اس تک جانے نہ دیا۔

میں نے اس دربان کو بھی معذور جانا کہ عقل مندوں کا قول ہے کہ امیر وزیر اور بادشاہ کے دروازوں کا بغیر کسی وسیلہ کے چکر نہ لگاؤ کیونکہ کتا اور دربان جب بھی کسی اجنبی کو دیکھیں گے تو دربان اس کا گریبان پکڑیں گے اور کتا اس کا دامن پکڑ کر اسے کھینچے گا۔

پھر اس امیر شخص کے مقرب بندوں کو میری آمد کا علم ہوا تو وہ مجھے نہایت عزت و احترام کے ساتھ اس کے پاس لے گئے اور میرے بیٹھنے کے لئے ایک اونچی جگہ کا انتخاب کیا۔ میں نے عاجزی کا مظاہرہ کیا اور نیچے بیٹھنے کو ترجیح دی اور کہا کہ میں ادنیٰ سا غلام ہوں اور غلاموں کی جگہ پر بیٹھنے کو ترجیح دوں گا۔

اس امیر شخص نے کہا کہ سبحان اللہ! آپ یہ کیا کرتے ہیں؟ آپ اگر میری آنکھوں کی جگہ پر بھی بیٹھیں تو آپ اس جگہ کی عزت دار ہیں۔ میں آپ کی عزت کروں گا کیونکہ آپ عزت کے قابل ہیں۔ اگرچہ میں بیٹھ گیا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد میں ان درویشوں

کے مدعا کی جانب لوٹ آیا اور عرض کیا کہ اے شخص! تو نے کیا دیکھا جو انہیں ذلیل و رسوا کر دیا۔ بے شک تمام عزت اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام خطاؤں سے درگزر کرتے ہوئے رزق دیتا ہے۔ اس امیر شخص نے میری بات کو پسند کیا اور ان درویشوں کو وظیفہ جاری کر دیا اور اس سے قبل جو وظیفہ معطلی کے زمانہ کا بھی تھا وہ بھی انہیں عطا کر دیا۔

میں نے اس شخص کا شکریہ ادا کیا اور ازراہ ادب زمین چوم کر اس سے معذرت طلب کی اور کہا کہ خانہ کعبہ چونکہ حاجات ہے اس لئے لوگ دور دراز سے اس کی زیارت کے لئے آتے ہیں پس آپ کو بھی چاہئے کہ ہم جیسوں کو برداشت کیا کریں کیونکہ بے پھل درخت پر کوئی بھی پتھر نہیں مارتا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں کچھ درویشوں کا بیان فرما رہے ہیں جن سے ایک امیر شخص نے خوش ہو کر ان کا وظیفہ مقرر کر دیا پھر ان میں سے ایک درویش نے ایسی حرکت کی جس پر وہ امیر شخص ناراض ہو گیا اور اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر بعد میں ان کا وظیفہ بحال کر دیا۔ پس چاہئے کہ نیک لوگوں کا لباس پہن کر نیک کام کرنے چاہئیں اور خانہ کعبہ قبلہ حاجات ہے اس لئے لوگ اس کی زیارت کو آتے ہیں اسی طرح نیک لوگ اللہ عز و جل کے مقرب ہوتے ہیں اس لئے ان کی سخت باتوں کو بھی برداشت کرنا چاہئے کہ ان کی صحبت ہمارے لئے باعث فخر اور باعث برکت ہے۔



برائی کا بدلہ احسان ہے

ایک جنگل میں ایک غریب شخص کا گدھا کچڑ میں پھنس گیا۔ ایک تو جنگل تھا اور اوپر سے موسم بھی خراب تھا۔ سردی کے موسم میں تیز ہوا چل رہی تھی اور بارش برس رہی تھی۔ اس مصیبت میں مبتلا ہونے پر وہ شخص سخت مشتعل ہوا اور غصہ میں اس نے گدھے سے لے کر اس ملک کے بادشاہ تک سب کو برا بھلا کہہ دیا۔

اتفاق سے اس وقت اس ملک کا بادشاہ اپنے لشکر کے ہمراہ وہاں سے گزرا اس نے جب اس شخص کی بدکلامی کو سنا تو وہاں رک گیا اور اپنے لشکریوں کی جانب متوجہ ہوا تا کہ وہ اسے اس معاملے میں کوئی مشورہ دیں۔ ایک لشکری نے بادشاہ کو رائے دی کہ وہ اس گستاخ کو قتل کروادے کیونکہ اس نے بادشاہ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ ایک لشکری نے بادشاہ کو رائے دی کہ چونکہ اس نے مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد اپنے حواس کھو دیئے اس لئے سزا دینے سے بہتر ہے کہ اس شخص کی مدد کی جائے اور اسے اس مصیبت سے نجات دلائی جائے یہ اس پر احسان ہوگا۔

بادشاہ نے اپنے اس لشکری کی رائے کو فوقیت دی اور اس شخص کا گدھا کچڑ سے نکلوایا اور اسے سواری کے لئے ایک گھوڑا لباس اور نقدی عطا کی۔ بادشاہ اس انعام و اکرام کے بعد اپنے لشکر کے ہمراہ وہاں سے چل پڑا۔

بادشاہ کے جانے کے بعد ایک شخص نے اس سے کہا کہ تو نے خود کو ہلاکت میں ڈالنے کی کوئی کسر نہ چھوڑی اب اسے اللہ عز و جل کا انعام جان کہ تیری جان بچ گئی۔ وہ شخص بولا کہ میں نے اپنی حالت کے مطابق عمل کیا اور بادشاہ نے اپنی شان کے مطابق میری مدد

کی۔ حقیقت یہ ہے کہ برائی کے بدلہ بھلائی کرنا جو ان مردوں کا شیوہ ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں جس کا گدھا کیچڑ میں پھنس گیا تو اس نے بادشاہ وقت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اتفاقاً بادشاہ وہاں سے گزر رہا تھا اس نے اس شخص کی گستاخی پر اپنے مصاحبوں سے مشورہ کیا تو ایک مصاحب نے مشورہ دیا کہ اسے اس کی گستاخی کی سزا دینی چاہئے۔ دوسرے مصاحب نے کہا کہ اس شخص کی مدد کی جائے اور اسے اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔ بادشاہ نے دوسرے مصاحب کی بات کو اہمیت دی۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ برائی کا بدلہ احسان ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ عز و جل صلہ رحمی کرنے والے کو پسند کرتا ہے اور اللہ عز و جل کا فرمان ہے کہ جو تم سے قطع تعلقی کرے تم اس سے جوڑو اور جو تمہیں محروم کرے تم اسے عطا کرو۔



باختر حاکم کے بیٹے

باختر کے حاکم کے دو بیٹے تھے اور دونوں ہی فنون سپہ گری میں ماہر شہ زور اور حوصلہ مند تھے۔ حاکم نے محسوس کیا کہ میرے بعد ان دونوں کی کوشش ہوگی کہ وہ حکومت پر قابض ہوں اور یوں دونوں ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہوں گے۔ اس نے جب تمام پہلوؤں پر غور کر لیا تو اس نے ارادہ کیا کہ ملک کو دو حصوں میں برابر تقسیم کر کے ان دونوں کو حکومت سونپ دی جائے اور انہیں نصیحت کی جائے کہ یہ آپس میں متحد رہیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں کہ اس میں ہی ان دونوں کی بھلائی ہے۔

باختر کے حاکم کے دونوں بیٹے اپنی عادتوں میں ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ ایک بیٹا خدا ترس اور خوش اخلاق تھا تو دوسرا بیٹا سخت گیر اور لالچی تھا۔ باپ کی زندگی میں دونوں بھائیوں کے درمیان بظاہر کوئی اختلاف پیدا نہ ہوا کیونکہ دونوں باپ کے سایہ شفقت میں تھے مگر جب باپ کی وفات ہوئی تو دونوں کا مزاج کھل کر سامنے آ گیا۔

پہلا بیٹا جو خدا ترس اور خوش اخلاق تھا اس کو اپنی عوام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ملک میں باغوں کا جال بچھ گیا اور کھیت غلے کے اجار لگانا شروع ہو گئے۔ عوام اس کی تعریف کرتے نہ تھکتے تھے اور اس کی لمبی عمر کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔

دوسرا بیٹا جو کہ لالچی اور سخت طبیعت کا مالک تھا اسے ہر وقت یہی فکر لاحق رہتی کہ کس طرح وہ اپنا خزانہ بھر لے۔ اس نے اپنی لالچی طبیعت کی وجہ سے عوام الناس کا جینا دیکھ کر دیا اور لوگ اپنے گھر اور زمینیں چھوڑ کر دوسرے ممالک میں پناہ لینے لگے۔ جب ہمسایہ ملک کے بادشاہ کو اس ملک کی زبوں حالی کا علم ہوا تو اس نے اس پر چڑھائی کر دی اور

اس ملک پر قبضہ کر لیا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں باخترا حاکم کے دو بیٹوں کا قصہ بیان کر رہے ہیں جو طبیعت میں ایک دوسرے کی ضد تھے۔ حاکم نے مرتے وقت ملک میں دونوں میں تقسیم کر دیا۔ جو بیٹا نیک فطرت تھا اس کی رعایا اس سے خوش تھی اور جو بیٹا بد خصلت تھا اس کی رعایا اس سے نالاں تھی۔ بد خصلت کی بری عادتوں اور حکومتی امور میں عدم دلچسپی کو ہمسایہ ملک کے بادشاہ نے محسوس کیا اور اس نے اس کے ملک پر قبضہ کر لیا۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ نیکی کا اجر نیک اور بروں کا اجر برا ہے۔ جو بڑے گے وہی کاٹو گے۔ ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق آخرت میں پھل ملے گا۔ جن کے اعمال نیک ہوں گے وہ یقیناً جنت کے مستحق ہوں گے اور جن کے اعمال برے ہوں گے وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔



بھیڑیے کا بچہ بھیریا ہی ہوتا ہے

عرب کے چوروں کے ایک گروہ نے کسی پہاڑی چوٹی پر قبضہ کر لیا۔ ان چوروں سے اس پہاڑی کا قبضہ چھڑانے کے لئے اس وقت کے بادشاہ کا لشکر بھی عاجز رہا۔ وہ چور پہاڑ کی ایک محفوظ ترین غار میں پناہ گزین تھے۔

بادشاہ وقت کو اس کے مشیروں نے مشورہ دیا کہ اگر ان لوگوں کے شر پر قابو نہ پایا گیا تو ان کا شر اسی طرح بڑھتا جائے گا اور پھر ان پر قابو پانا بہت مشکل ہو جائے گا۔ جو درخت ابھی جڑ پکڑ رہا ہے اسے اکھیڑنا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ جڑ پکڑ جائے۔ اگر وہ مکمل درخت بن گیا تو پھر اسے جڑ سے اکھاڑنا زیادہ مشکل ہوگا۔ اگر کسی چشمے کو اس کے ابتداء میں ہی کسی سوئی سے روک دیا جائے تو وہ رک جاتا ہے مگر جب وہ چشمہ پوری آب و تاب سے بہنا شروع ہو جائے تو پھر کسی ہاتھی کے ذریعے بھی اسے روکنا ممکن نہیں ہوتا۔ چنانچہ بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ ان ڈاکوؤں کی جاسوسی کروائی جائے۔ جس وقت وہ ڈاکو لوٹ مار کرنے کے لئے چلے تو ان کی قیام گاہ وہ غار خالی ہوگئی۔

بادشاہ نے تجربہ کار اور لڑائی کے ماہر سپاہیوں کو اس غار کی ایک گھاٹی میں تعینات کر دیا۔ رات گئے جب وہ چور لوٹ مار کے بعد واپس لوٹے تو تھکے مارے ان چوروں نے اپنے ہتھیار اتارے اور لوٹا ہوا مال رکھا اور سو گئے۔ رات کا ایک حصہ گزر جانے کے بعد ان سپاہیوں نے ان چوروں کو سوتے میں قابو کر لیا اور ان کے ہاتھ باندھ دیئے۔ رات کے وقت انہیں بادشاہ کے دربار میں پیش کئے گئے۔

عوام الناس جانتے تھے کہ ابھی ان سب چوروں کی گردنیں اڑادی جائیں گی۔

ان چوروں میں ایک خوبصورت جوان بھی تھا جس کی ابھی داڑھی نکل رہی تھی۔ ایک وزیر کو اس جوان پر ترس آگیا اس نے بادشاہ کے تخت کو بوسہ دیا اور اس جوان کی سفارش کی کہ ابھی اس نے جوانی کا مزہ بھی نہیں چکھا۔ میں آپ کے عمدہ اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ میری اس جوان کے حق میں سفارش کو قبول کیا جائے گا اور اسے معاف کر دیا جائے گا۔ یہ آپ کا میرے اوپر احسان ہوگا کہ اس جوان کو معاف کر دیا جائے۔ بادشاہ نے جب وزیر کی بات سنی تو جلال میں آگیا اور یہ اس کے مزاج کے خلاف تھا۔ جس کی حقیقت بری ہو وہ نیکوں کے سایہ میں بھی صحیح نہیں رہ سکتا اور نا اہل کی تربیت کرنا ایسا ہی ہے جیسے گنبد پر اخروٹ رکھنا۔

بادشاہ نے کہا کہ ان چوروں کو جڑ سے کاٹ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ آگ بجھانے کے بعد ایک چنگاری کو چھوڑ دینا یا سانپ کو مار کر اس کے بچے کی پرورش کرنا عقل مندی کی دلیل نہیں۔ اگر بادل سے آب حیات بھی برے سے تو تب بھی بید کی شاخ سے پھل حاصل نہیں ہوتا اور کینے کے ساتھ وقت ضائع کرنا عقل مندی نہیں کیونکہ بوریے کے زکل سے شکر نہیں ملا کرتی۔ وزیر نے جب بادشاہ کا موقف سنا تو رضا مندی ظاہر کرتے ہوئے بادشاہ کی رائے کو سراہا اور عرض کیا کہ بادشاہ کا فرمان اپنی جگہ درست ہے مگر ان کی صحبت میں رہ کر یہ جوان ضرور انہی کی مانند ہو جاتا اور اگر یہ نیکوں کی صحبت میں رہا تو ہو سکتا ہے کہ یہ نیک ہو جائے اور ان چوروں کی صحبت نے ابھی اس کے دل میں جڑ نہیں پکڑی۔ حدیث کے الفاظ بھی ہیں کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بروں کی صحبت میں رہا اس لئے خاندان نبوت سے اس کا تعلق ٹوٹ گیا اور اصحاب کہف کا کتا نیکوں کی صحبت میں رہا اس لئے نیک کہلایا۔

وزیر کے دلائل سن کر دربار میں موجود کچھ لوگ اس کی رائے کو ترجیح دینے لگے چنانچہ نہ چاہتے ہوئے بھی بادشاہ نے اس جوان کو معاف کر دیا۔ رستم نے اپنے باپ زال سے کہا تھا کہ دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہئے اور اس وقت اس کے باپ کے بال سفید تھے۔ ہم نے متعدد مرتبہ دیکھا ہے کہ چھوٹا پانی کا چشمہ جب پھیل جاتا ہے تو پھر پورے

اونٹ کو اس کے بوجھ سمیت بہا لے جاتا ہے۔

الغرض! اس جوان کی تربیت نہایت ناز و نعم سے ہوئی، اسے پڑھایا لکھایا گیا اور اس کی تربیت کے لئے ایک استاد مقرر کیا گیا جو اسے آداب اور بادشاہوں کے حضور بیٹھنے کا سلیقہ سکھاتا تھا۔ پھر اس جوان کی تعریف ہر کوئی کرنے لگا۔ ایک وزیر نے بادشاہ کے سامنے اس کی خوبیاں بیان کیں کہ اچھے استاد کی تربیت سے وہ جوان نیک ہو گیا ہے اور اس نے اپنی تمام بری عادات ترک کر دی ہیں۔ بھیڑیے کا بچہ بھیڑیا ہی ہوتا ہے اگرچہ وہ انسانوں کی تربیت میں رہے اور موقع ملنے پر وہ اپنی پرانی خصلت کی جانب لوٹ جاتا ہے۔ وہ جوان بھی دو سال کی تربیت اور محنت کے باوجود علاقہ کے بدمعاش نو جوانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا اور اس کی ان کے ساتھ دوستی ہو گئی۔ ایک دن انہوں نے مل کر وزیر اور اس کے دو بیٹوں کے قتل کا منصوبہ بنایا اور وزیر اور اس کے بیٹوں کو قتل کرنے کے بعد اس کا مال لے کر بھاگ گئے۔ اس جوان نے اپنے ساتھیوں کی رہنمائی اسی پہاڑی غار کی جانب کی جہاں وہ پناہ گزین تھے اور پکڑے گئے تھے۔ اب وہ اپنے ان نئے ساتھیوں کے ہمراہ لوٹ مار کرنے لگا اور اس نے بغاوت کر دی۔

بادشاہ کو جب اس جوان کی اس حرکت کے متعلق معلوم ہوا تو اس نے افسوس کا اظہار کیا اور اپنی انگلی کو دانتوں میں دباتے ہوئے اشعار پڑھے جن کا ترجمہ ذیل ہے:

”گھٹیا اور زنگ آلود لوہے سے کبھی اچھی تلوار نہیں بن سکتی اور پڑھنے لکھنے سے کوئی نالائق لائق نہیں بن جاتا۔ بارش کے پانی میں جو پاکیزگی ہے اس میں کوئی شک نہیں مگر باغ میں پھول اگتے ہیں اور بنجر زمین میں کبھی پھول نہیں اگتے کیونکہ اس میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ بروں کے ساتھ نیکی، نیکوں کے ساتھ برائی کرنا ہے۔“

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں چوروں کے ایک گروہ کا واقعہ بیان

کرتے ہیں کہ جب وہ پکڑے گئے تو ان میں ایک نوجوان کو دیکھ کر بادشاہ کے وزیر نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس نوجوان کو معاف کر دیا جائے کہ وہ ابھی نابالغ ہے۔ بادشاہ نے اپنے وزیر کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اس کی سفارش کر کے نقصان اٹھائے گا مگر وزیر بضد رہا۔ بادشاہ نے اس نوجوان کو چھوڑ دیا۔ وزیر نے اس نوجوان کی پرورش کی مگر چونکہ اس کی خصلت میں چوری کرنا ہی تھا اس لئے ایک دن اس نے موقع پا کر اس وزیر اور اس کے بیٹوں کو قتل کر کے ان کا مال لوٹ لیا۔ بادشاہ کو جب علم ہوا تو اس نے کہا کہ کبھی گھٹیا اور زنگ آلود تلوار بہترین نہیں ہو سکتی۔ نیز اس حکایت سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ جس کی فطرت میں ہی برائی ہو اس پر کسی قسم کی اچھی تربیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ بھڑیے کا بچہ بھڑیا ہی ہوتا ہے اور سانپ کا بچہ سانپ ہی ہوتا ہے جو موقع ملنے پر اپنے پالنے والے کو بھی ڈسنے سے گریز نہیں کرتا۔



مغرور بادشاہ

ایک بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا وہ گھوڑا کسی وجہ سے بدک گیا اور بادشاہ سر کے بل نیچے گر پڑا۔ بادشاہ کی گردن کی ہڈی کے مہرے سرک گئے اور وہ گردن کو ہلانے سے قاصر ہو گیا۔ شاہی طبیبوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح بادشاہ کی گردن کے مہرے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں مگر وہ ناکام رہے۔ اس دوران ملک یونان ایک طبیب اس بادشاہ کے ملک میں آیا اس نے اپنی قابلیت کی بناء پر بادشاہ کا علاج کیا اور بادشاہ کی گردن کے مہرے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ بادشاہ کے علاج کے بعد وہ یونانی طبیب اپنے ملک واپس لوٹ گیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ یونانی طبیب دوبارہ اس بادشاہ کے ملک آیا اور بادشاہ کی خدمت میں بھی سلام کے لئے حاضر ہوا۔ بادشاہ کے لئے لازم تھا کہ وہ اس طبیب کی آؤ بھگت کرتا اور اس کے ساتھ عزت سے پیش آتا مگر وہ اس طبیب کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا رہا جیسے اسے جانتا ہی نہ تھا۔ وہ طبیب اس بے رخی پر دلبرداشتہ ہو گیا اور بادشاہ کے دربار سے واپس لوٹ گیا۔ اس طبیب نے بادشاہ کے دربار سے واپس آنے کے بعد اپنے ایک غلام کو کچھ بیج دیئے اور کہا کہ تم یہ بیج بادشاہ کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ یہ بیج یونانی طبیب نے دیئے ہیں انہیں دیکھتے ہوئے انگاروں پر ڈال کر ان کی دھونی لوگے تو تمہیں بے حد فائدہ ہوگا۔

وہ غلام ان بیجوں کو لے کر بادشاہ کے پاس گیا اور اس یونانی طبیب کے کہنے کے مطابق بادشاہ کو ان بیجوں کی افادیت سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے فوراً آگ جلانے کا حکم دیا اور اس آگ میں وہ بیج ڈال کر ان کی دھونی لی۔ جب بادشاہ کو دھواں لگا تو اس نے ایک

زوردار چھینک ماری اور پھر اس کی گردن کے مہرے اپنی جگہ سے سرک گئے۔ بادشاہ اس صورتحال سے بڑا پریشان ہوا اور اس نے حکم دیا کہ یونانی طبیب کو ڈھونڈ کر میرے پاس لایا جائے۔ بادشاہ کا حکم ملتے ہی شاہی پیادے اس یونانی طبیب کی تلاش میں نکلے لیکن وہ طبیب نہ ملا۔ نتیجتاً اس مغرور بادشاہ کی گردن ٹھیک نہ ہو سکی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک مغرور بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں جس کی گردن کے مہرے سرک گئے اور تمام حکماء اس کے علاج سے عاجز تھے۔ پھر ایک یونانی حکیم نے اس کا علاج کیا تو اس کی گردن کے مہرے ٹھیک ہو گئے۔ اس بادشاہ نے اس حکیم کے ساتھ بجائے حسن سلوک کے بدسلوکی جس پر وہ دلبرداشتہ ہو گیا اور اس نے اپنے ایک غلام کے ذریعے بادشاہ کو کچھ بیجوں کی دھونی دی جس پر اس بادشاہ کی گردن کے مہرے پھر سرک گئے۔ بادشاہ نے اس یونانی حکیم کو تلاش کرایا مگر وہ نہ ملے۔ پس جان لو کہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ جب تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے تو اس کے ساتھ نیکی کرو نہ کہ اس کے ساتھ برا سلوک کرو۔ کسی کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا ہی شرافت کی دلیل ہے۔



حسد کرنے والے رسوا ہو گئے

ایک درویش جو جوانوں کی مانند تندرست اور توانا تھا اور اس کی پیشانی سے حکمت اور دانائی کا نور نظر آتا تھا اس حالت میں ایک بادشاہ کے پاس پہنچا کہ اس کے لباس میں جگہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ بادشاہ دانا اور مردم شناس تھا اس نے درویش سے جب گفتگو کی تو جان گیا کہ یہ شخص اس کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

بادشاہ نے اس درویش کو اپنے رفقاء میں شامل کر لیا۔ درویش نے غسل کیا اور نیا لباس زیب تن کیا اور اپنی ذمہ داریوں میں مشغول ہو گیا۔ اس درویش نے اپنی حکمت اور دانائی سے بادشاہ کے لئے ایسے مفید کام سرانجام دیئے کہ بادشاہ نے اس سے خوش ہو کر اسے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کر دیا۔

بادشاہ کے دربار میں موجود پہلے سے دیگر وزیر اس سے حسد کرنے لگے اور وہ اس کوشش میں رہنے لگے کہ انہیں کسی طرح اس کی کوئی غلطی معلوم ہو اور وہ بادشاہ کو اس غلطی سے آگاہ کر کے اسے اس کے عہدے سے معزول کروائیں۔ وہ درویش نہایت عقل مند اور نیک فطرت تھا اس لئے اس کے کسی کام میں عیب نکالنا ان کے لئے ممکن نہ ہوا۔

ایک عرصہ گزرنے کے بعد حاسدوں کو ایک ایسی بات کا علم ہو ہی گیا جسے وہ بادشاہ کو بتا کر اس سے بدظن کر سکتے تھے۔ وہ بات یہ تھی کہ بادشاہ کے دو ایسے غلام جو بہت خوبصورت تھے اور بادشاہ انہیں بہت زیادہ عزیز رکھتا تھا ان کی دوستی اس درویش سے ہو گئی۔ یہ دونوں غلام بھی اس درویش کی صحبت کو پسند کرتے تھے اور اکثر فراغت کے لمحات میں اس درویش کے پاس چلے جاتے تھے۔ درویش ان کے ساتھ نہایت نرمی سے پیش آتا

اور انہیں عقل و فہم کی باتیں بتاتا تھا۔ ان حاسدوں نے ان دونوں غلاموں کی اس درویش کے ساتھ دوستی کو غلط رنگ دیا اور بادشاہ کے سامنے ایک من گھڑت کہانی ان کے متعلق سنائی۔ ان حاسدوں نے بادشاہ سے کہا کہ وہ درویش بدچلن ہے اور وہ بادشاہ کے ان خوبصورت غلاموں کو بہرکار رہا ہے۔ بادشاہ نے ان کی کسی بات پر یقین نہ کیا بلکہ اس نے ان حاسدوں کو برا بھلا کہا۔

کچھ دن گزرنے کے بعد ان حاسدوں کو اپنی بات سچ کرنے کا ایک موقع مل گیا اور ہوا یہ کہ وہ درویش کسی وجہ سے ایک غلام کی جانب دیکھا تو غلام اسے دیکھ کر مسکرا پڑا۔ حاسد جو کہ ہر وقت اسی تاک میں رہتے تھے کہ کسی طرح درویش کو جھوٹا کریں انہوں نے بادشاہ کو یہ سب کچھ دکھا دیا۔ بادشاہ ان حاسدوں کے چال میں پھنس گیا اور اس نے اس درویش کو سزا دینے کا فیصلہ کیا لیکن وہ غصہ کی حالت میں بھی اسے یہ بات نہ بھولی کہ جب نیک حقیقت کا پوری طرح علم نہ ہو جائے کسی کو سزا نہیں دی جانی چاہیے۔ اس نے اس درویش کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میں تمہارے متعلق سمجھتا تھا کہ تم نیک اور قابل بھروسہ ہو۔ میں نے تم پر اپنی سلطنت کے امور ظاہر کئے اور تمہیں وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کیا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے تمہارے متعلق تمام اندازے غلط ثابت ہوئے اور تم آوارہ اور بدچلن نکلے۔ پھر بادشاہ نے اس درویش کو اپنے غلام کے ساتھ نظریں ملانا اور اس کا آگے سے مسکرانا ان سب سے آگاہ کیا اور کہا کہ اب تو خود ہی فیصلہ کر کے تجھے کیا سزا دی جائے؟

درویش نے جب بادشاہ کی بات سنی تو جان گیا کہ یہ سب حاسدوں کا کیا دھرا ہے اس نے نہایت مودب ہو کر بادشاہ سے کہا کہ آپ بادشاہ ہیں جو سزا مجھے دینا چاہیں مجھے منظور ہے لیکن اس بات میں کوئی حقیقت نہیں ہے اور آپ کے غلاموں سے میرے تعلقات ایسے ہرگز نہیں جیسا کہ آپ کو بتایا گیا۔ میں بھی جوانی کے دنوں میں بہت خوبصورت تھا اور جب میں ان غلاموں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی جوانی یاد آ جاتی ہے اور میں اپنے ان خوشگوار دنوں کو یاد رکھنے کے لئے ان سے رونا ہٹا رکھتا ہوں۔ بادشاہ نے جب اس درویش کی یہ بات

سنی تو اسے درست جانا اور اس کی تعریف کی اور اسے انعام و اکرام سے نوازا۔ پھر بادشاہ نے ان حاسدوں کو بلایا اور انہیں ذلیل و رسوا کرنے کے بعد سزا بھی سنائی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس کے عمدہ اخلاق اور عقل مندی کی بدولت بادشاہ نے اسے اپنا رفیق بنالیا اور پھر اسے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کر دیا۔ اس درویش کے حاسدوں نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ پھر ایک موقع پر انہوں نے اس درویش پر الزام لگایا کہ اس کے بادشاہ کے دو غلاموں کے ساتھ روابط ہیں۔ بادشاہ نے درویش سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں ان سے روابط اس لئے رکھتا ہوں کہ انہیں دیکھ کر مجھے اپنی جوانی کے ایام یاد آتے ہیں۔ بادشاہ نے اس درویش کی بات کو صحیح جانا اور ان حاسدوں کو سزا سنائی اور یوں حسد کرنے والے رسوا ہو گئے۔ پس جانتا چاہئے کہ حکومت کرنے کے بہترین اصول یہی ہیں کہ بغیر کسی تحقیق کے کسی کو سزا نہ دی جائے اور ملزم کو اس کی صفائی کا پورا موقع دیا جائے۔



دوست وہ ہے جو قید خانے میں کام آئے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک غریب دوست کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ میرے پاس اپنی غربت کی شکایت لے کر آیا اور کہنے لگا کہ میرے بچے زیادہ ہیں اور میری آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اب مجھ میں فاقہ کی ہمت باقی نہیں رہی اور کئی مرتبہ یہ خیال کرتا ہوں کہ کسی دوسرے ملک چلا جاؤں اور پھر یہ خیال آتا ہے کہ جیسا بھی ممکن ہو یہیں رہوں اس طرح میرے حالات لوگوں پر عیاں نہیں ہوں گے۔ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو بھوکے سوتے ہیں اور کسی کو ان کی خبر نہیں ہوتی اور بے شمار ایسے لوگ ہیں جو مرتے ہیں تو ان پر رونے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اکثر میں سوچتا ہوں کہ یہاں سے چلا گیا تو میرے بعد یہ لوگ مجھ پر طعنہ زنی کریں گے اور میرا مذاق اڑائیں گے کہ اپنی اولاد کے متعلق یہ کتنا بے مروت نکلا؟ یہ کیسا بے غیرت ہے اور یہ ہرگز نیک نہیں ہو سکتا کہ اپنی سہولت اور آرام کے لئے اپنے بیوی بچوں کو تنگ دستی میں مبتلا کر گیا۔

اے شیخ! آپ جانتے ہیں کہ میں علم حساب کا ماہر ہوں اگر آپ سفارش کریں تو مجھے کوئی مناسب نوکری مل جائے میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر یاد رکھوں گا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ بادشاہ کی نوکری کے دودخ ہوتے ہیں۔ اول رزق کی امید اور دوم جان کا خطرہ اور عقل مندوں کی رائے کے مطابق رزق کی امید پر جان کو خطرے میں نہ ڈالو۔ غریب کے گھر زمین اور باغ پر کوئی فیکس وصول کرنے نہیں آتا۔ پس تکلیف پر راضی رہو یا پھر تکلیف برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔

اس شخص نے کہا کہ اے شیخ! آپ نے میرے دکھ کا اندازہ نہیں کیا اور یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ جو خیانت کرتا ہے اسی کا ہاتھ کاٹنا ہے۔ سچے اور کھڑے انسان سے اللہ عز و جل راضی ہوتا ہے اور میں نے کبھی کسی سیدھے راستہ پر چلنے والے کو بھٹکتا ہوا نہیں دیکھا۔

عقل مند کہتے ہیں کہ چار طرح کے لوگ چار طرح کے لوگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ اول ڈاکو بادشاہ کے، دوم چور چوکیدار کے، سوم بدکار چغل خور کے اور رنڈی کو تو وال کی۔ پس جس کا اعمال نامہ صحیح ہے اسے حساب کتاب سے کوئی ڈر نہیں ہے۔ اگر تم اپنے حساب کے دن یعنی روز محشر اپنے دشمنوں کو تنگ کرنا چاہتا ہے تو اپنے کام کو زیادہ مت پھیلا اور پھر تجھے کچھ خوف نہ ہوگا کیونکہ ناپاک کپڑے کو ہی دھوبی پٹڑے پر کوٹتا ہے۔

میں نے اسے ایک لومڑی کا قصہ اس کے حال کے مطابق بیان کیا کہ ایک لومڑی کو بھاگتے دیکھ کر لوگوں نے پوچھا کہ تجھے کیا مصیبت آن پڑی کہ تو اتنا دوڑ رہی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ شیر کو بیگار میں پکڑ رہے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اے بے وقوف! تیری شیر سے کیا نسبت؟ اس نے کہا کہ تم چپ رہو اگر حاسدوں نے دشمنی میں یہ کہہ دیا کہ یہ شیر کا بچہ ہے تو پھر میرا کیا بنے گا اور مجھے کون چھڑائے گا؟ جب تک عراق سے تریاق لایا جائے گا سانپ کا ڈسا ہوا مر جائے گا۔

اے دوست! بے شک تو دیانت داری کے ساتھ کام کرے گا مگر ان حاسدوں کا کیا جو حسد میں مبتلا ہوں گے اور بادشاہ کے سامنے تیری جھوٹی شکایت کریں گے اور پھر جھوٹ بول کر تجھے غلط ثابت کریں گے۔ تیرے حق میں بولنے والا کوئی نہ ہوگا لہذا تیرے لئے بہتر یہی ہے کہ تو روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کر اور بادشاہ کی ملازمت کا خیال دل سے نکال دے۔ دریا میں اگرچہ بے شمار فائدے ہیں مگر سلامتی کی فکر ہے تو کنارے پر رہنا سیکھ۔

میرے دوست نے جب میری باتیں سنیں تو مجھ سے ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ کوئی عقل مندی کی باتیں نہیں جو تم نے کہیں۔

میں نے کہا کہ عقل مندوں کی بات درست نکلی اور دوست وہ ہے جو قید خانے میں کام آئے جبکہ کھانے پر تو دشمن بھی دوست بن جاتا ہے۔ جو عیش کے دنوں میں دوستی کی ڈینگیں مارتا ہے اس کو کبھی دوست نہ جانو اور تمہارا صحیح دوست وہی ہے جو تمہیں پریشان دیکھے تو تمہاری مدد کرے۔

میں نے دیکھا کہ میری ان باتوں کو سن کر میرا وہ دوست غصہ سے بگڑتا جا رہا ہے اور میری باتوں کو خود غرضی جان رہا ہے۔ چنانچہ میں اس کو لے کر کچھری چلا گیا اور وہاں اپنے ایک واقف کار کے ذریعے اسے ایک معمولی نوکری پر لگوا دیا۔ میرا وہ دوست کچھ ہی عرصہ میں اپنی محنت اور قابلیت کی بدولت ترقی کرتا ہوا ایک بڑا افسر بن گیا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ بادشاہ کے خاص مقرب بندوں میں شامل ہونے لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو ناکامی کے متعلق نہ سوچ اس لئے کہ زندگی کے چشمے کا پانی اندھیرے میں ہے اور مصیبت میں مبتلا شخص کبھی چینی نہ چلائے کیونکہ اللہ عزوجل کا کرم پوشیدہ ہے اور حالات کی سنگینی کی وجہ سے خود میں بگاڑ پیدا نہ کرو کیونکہ صبر اگرچہ کڑوا ہے مگر اس کا پھل میٹھا اور لذیذ ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ پھر کچھ عرصہ بعد میں کچھ دوستوں کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے چلا گیا۔ جب میں حج کی سعادت کے بعد واپس لوٹا تو میرا وہی دوست پھر پھٹے پرانے کپڑوں کے ساتھ میرے استقبال کے لئے موجود تھا۔ میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو حیرانگی کا اظہار کیا اور پوچھا کہ تیرے ساتھ یہ کیا ہوا؟

اس نے کہا کہ آپ کا کہا سچ ثابت ہوا اور میرے حاسدوں نے مجھ پر خیانت کا الزام لگایا۔ بادشاہ نے صحیح معنوں میں تفتیش نہیں کروائی اور میرے تمام رفقاء اور دیرینہ ساتھی سب حج نولنے سے ڈرتے تھے لہذا خاموش رہے اور تمام پرانے تعلقات کو نظر انداز کر دیا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ بڑے آدمی کی تعریف کے لئے لوگ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں اور اگر زمانہ اس بڑے آدمی کو گرا دے تو یہی لوگ اسے پاؤں تلے روند ڈالتے ہیں۔ الغرض مجھے مختلف سرداروں میں مبتلا کیا گیا اور پھر جب اس ہفتہ حجاج کی آمد کی اطلاع ملی تو مجھے قید خانے

سے رہائی نصیب ہوئی۔ میں اپنی پہلی حالت پر واپس لوٹ آیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ تو نے میرا مشورہ نہ مانا اور کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ بادشاہوں کی نوکری دریا میں رہنے کے مترادف ہے جس میں بڑا خطرہ ہے اور اگر تو اس میں کامیاب رہا تو مفید خزانہ تیرے ہاتھ لگے گا اور اگر ناکام رہا تو ڈوب جائے گا۔ اگر برے کان میں نصیحت کی بات نہیں پہنچی تو کیا تو جانتا نہیں کہ برے پاؤں میں بیڑیاں پڑ سکتی ہیں۔ اگر تجھ میں دوسرے مرتبہ ڈنگ کھانے کی سکت نہیں تو بچھو کے بل میں انگلی کیوں ڈالتا ہے؟

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنے دوست کو کی گئی نصیحتوں کو بیان کرتے ہیں جب اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ بادشاہ کی ملازمت کے لئے میری سفارش کریں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کی ملازمت کے نقصان اسے بتائے مگر وہ بغض رہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سفارش کر دی اور پھر بادشاہ کے مصاحبوں کے حسد کی وجہ سے اسے اذیتوں سے گزرنا پڑا اور وہ اپنی پہلی حالت کو دوبارہ لوٹ آیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نصیحت اگر نفع دے تو ضرور کرو اور اگر تم کسی دانا شخص سے نصیحت مانگو تو پھر اس کی نصیحت پر عمل بھی کرو۔ دوست وہ ہے جو قید خانے میں کام آئے نہ کہ وہ جب تم آسودہ حال ہو تو تمہارا دم بھرتا پھرے۔



اس بے وفادنیا سے دل نہ لگاؤ

ایک بادشاہ نے کسی جرم میں ایک شخص کے قتل کا حکم جاری کیا۔ وہ شخص شدت غم میں پاگل ہو گیا اور اس نے بادشاہ کو خوب گالیاں نکالیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ جان سے جانے لگتا ہے تو جو اس کے دل میں ہوتا ہے وہ کہتا جاتا ہے۔ بوقت ضرورت جب بندہ بھاگ نہ سکے تو جلدی میں ہاتھ سے تلوار کی نوک کو بھی پکڑ لیتا ہے اور عربی زبان کے ایک شعر کا مفہوم ہے:

”جب انسان مایوس ہو جاتا ہے تو اس کی زبان لمبی ہو جاتی ہے اور جس طرح بلی گھبرا کر شیر پر حملہ کر دیتی ہے۔“

بادشاہ اس شخص کی بولی سمجھ نہ سکتا تھا اس لئے وہ نہ جان سکا کہ یہ شخص اس کے متعلق کیا کہہ رہا ہے۔ بادشاہ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ یہ شخص مجھے کیا کہتا ہے؟ بادشاہ کے ایک نیک دل وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ وہ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیا کرتے ہیں۔

بادشاہ نے جب یہ سنا تو اس کا دل نرم پڑ گیا اور اس نے اس شخص پر ترس کھاتے ہوئے اسے معاف کر دیا۔ بادشاہ کے جس نیک دل وزیر نے اس شخص کے متعلق یہ کہا تھا اس کے مخالف وزیر نے جو کہ اس سے حسد کرنا تھا اور موقع کے انتظار میں تھا اس نے بادشاہ کو اس کے خلاف بھڑکاتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم بادشاہ کے سامنے جھوٹ کہیں اور وہ شخص بادشاہ سلامت کو گالیاں دے رہا تھا جبکہ یہ وزیر موصوف کہتے ہیں کہ وہ بادشاہ سلامت کی تعریف کر رہا تھا۔

بادشاہ نے جب دوسرے وزیر کی بات سنی تو اس پر غصہ کا اظہار کرتے ہوئے بولا کہ اے بد بخت! مجھے اس جھوٹ تیرے سچ سے زیادہ پسند آیا اور اس نے جھوٹ بول کر کسی کی جان بچانے کی کوشش کی اور اس کا ارادہ نیک تھا جبکہ تیرے سچ میں خیانت چھپی ہوئی اور تیرے اندر کا حسد مجھے نظر آ رہا ہے اور تیری نیت میں فتور ہے۔

داناؤں کا قول ہے کہ وہ جھوٹ جو اپنے دامن میں خیر کا پہلو رکھتا ہو اس سچ سے اچھا ہے جس کی بدولت فتنہ شروع ہونے کا اندیشہ ہو۔

بادشاہ جس شخص کے مشوروں پر عمل کرتا ہو اس پر افسوس ہوگا کہ وہ اچھی بات کے سوا کوئی بات منہ سے نکالے اور اچھی بات کے سوا کوئی بات منہ سے نہ نکالو۔ افریڈون ایران کا بادشاہ جس نے مضحاک کو شکست دے کر ایران، توران، روم اور شام پر قبضہ کیا تھا اور لوگوں پر نہایت عدل کے ساتھ حکومت کرتا تھا اس کے محل کے محرام پر ایک شعر لکھا تھا جس کا مفہوم یہ تھا:

”اے بھائی! دنیا کسی کے پاس ہمیشہ نہیں رہتی لہذا اس بے وفادار دنیا سے دل نہ لگاؤ اور دنیا کو بنانے والے اللہ سے دل لگاؤ۔ دنیا کی حکومت بھروسہ کے قابل نہیں کیونکہ اس نے کئی تجھ سے پیدا کئے اور پھر مار دیئے۔ اگر دنیا سے جانے والا نیک ہے تو پھر اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ اس کی موت خاک پر ہو یا تخت پر۔“

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے ایک شخص کے قتل کا حکم جاری کیا تو اس شخص نے غصہ میں بادشاہ کو گالیاں نکالنا شروع کر دیں۔ بادشاہ اس شخص کی بولی سے ناواقف تھا اس نے اپنے مصاحبوں سے جب اس شخص کی گفتگو کے متعلق دریافت کیا تو ایک ایک فطرت وزیر نے کہا کہ یہ شخص آپ کی تعریف کرتا ہے۔ بادشاہ نے جب یہ بات سنی تو اس شخص کو معاف کر دیا۔ بادشاہ کے ایک

اور وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ وہ آپ کو گالیاں نکال رہا تھا۔ بادشاہ نے اس وزیر کو برا بھلا کہا اور کہا کہ مجھے پہلے وزیر کا جھوٹا تیرے سچ سے اچھا لگا کہ اس میں بھلائی پوشیدہ تھی اور تیری بات میں برائی پوشیدہ ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کسی کی فلاح کے ارادے سے جھوٹ بولا جائے تو وہ جھوٹ شمار نہ ہوگا۔ نیز حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے مشیروں اور وزیروں کی عادات و اطوار سے انہیں پہچانیں اور ان کے ان مشوروں کو قبول کریں جن میں عوام الناس کی فلاح و بہبود کا پہلو پوشیدہ ہو۔



بادشاہ کو قیدی کی نصیحت

ایک بادشاہ نے ایک قیدی کو قتل کرنے کا حکم جاری کیا۔ اس قیدی نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ! مجھ پر جو تیرا غصہ ہے اس کی سزا تو مجھے ملنے والی ہے مگر اس کا گناہ تمہیں ساری زندگی ملتا رہے گا اور اس کی سزا تم بھگتتے رہو گے۔ زندگی جنگل کی آندھی کی مانند گزر گئی آرام و راحت اور سکون اور اچھا برا سب گزر گیا۔ ظالم سمجھتا ہے کہ اس نے ظلم کیا حالانکہ وہ خود پر ظلم کر رہا ہے۔ بادشاہ کو اس قیدی کی نصیحت اچھی لگی اور اس نے اس کے قتل کا حکم واپس لے لیا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کو قیدی کی گئی نصیحت بیان کر رہے ہیں کہ جب بادشاہ نے اس قیدی کے قتل کا حکم جاری کیا تو اس قیدی نے کہا کہ مجھے جو سزا ملے گی وہ کچھ دیر کی ہے اور بادشاہ پر اس کا عتاب ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ غصہ کی بجائے ہوش سے فیصلہ کرنا چاہئے اور غصہ کی حالت میں چونکہ انسان سوچنے سمجھنے سے عاری ہوتا ہے اس لئے اکثر اس کا فیصلہ غلط ہوتا ہے جس پر اسے بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔



تمام تدابیر اور ان کے نتائج کے انجام سے اللہ عز و جل باخبر ہے

نوشیرواں بادشاہ کے وزیر و مشیر کسی اہم مسئلہ پر بحث کر رہے تھے اور ہر ایک کی رائے دوسرے کی رائے سے مختلف تھی۔ نوشیرواں نے خود بھی اس بحث میں حصہ لیا اور اپنی رائے پیش کی تو اس کے وزیر بزرجمہر نے اس کی رائے کو پسند کیا۔ نوشیرواں کے دیگر وزراء نے اس وزیر سے تنہائی میں پوچھا کہ تمہیں بادشاہ کی رائے کیوں پسند آئی؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کی رائے سے متفق ہونا ضروری ہے اور کسی بھی بات کا نتیجہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ تمام تدابیر اور ان کے نتائج کے انجام سے اللہ عز و جل باخبر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رائے ٹھیک ہو اور ہو سکتا ہے کہ وہ رائے غلط ہو۔ اگر ہماری رائے بادشاہ کی رائے کے مطابق ہو تو بادشاہ کی رائے اگرچہ غلط بھی ہو ہم اس کی ناراضگی سے بچ جائیں گے۔ اگر ہماری رائے پر بادشاہ عمل کرے اور ہماری رائے غلط ہو تو ہم بادشاہ کے عتاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ بادشاہ کی رائے کے خلاف اپنی رائے دینا اپنے ہاتھوں کو اپنے ہی خون سے رنگنے کے مترادف ہے۔ اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو کہہ دو کہ ہاں مجھے چاند ستارے نظر آتے ہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں نوشیرواں عادل کی اپنے وزراء سے کئے گئے مشورے کو بیان کر رہے ہیں کہ اس کے وزیر بزرجمہر نے نوشیرواں کی رائے کو ترجیح دی اور دیگر وزراء اپنے مشورے دیتے رہے۔ دوسرے وزراء نے بعد میں بزرجمہر سے

پوچھا کہ تو نے بادشاہ کی رائے سے اتفاق کیوں کیا تو اس نے کہا کہ تمام تدابیر اور ان کے نتائج کے انجام سے اللہ عزوجل باخبر ہے اور ہماری رائے کو بادشاہ کی رائے کے مطابق ہونا چاہئے کہ اگر بادشاہ غلط بھی ہوگا تو ہم اس کے عتاب سے محفوظ رہیں گے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیاوی بادشاہ کے مصاحبوں کا حال ہے کہ وہ اس کی ناراضگی سے خوفزدہ ہیں اور ہم بادشاہ حقیقی کے کتنے نافرمان ہیں اور اس کی کتنی حکم عدولی کرتے ہیں۔ ہمیں اس بادشاہ حقیقی کے عتاب سے ڈرنا چاہئے جو دونوں جہانوں کا مالک ہے اور جس کے آگے کسی دنیاوی بادشاہ کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔



حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کے متعلق فرمان

(میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے)

ایک شخص امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور ان سے کسی علمی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے اس کے علمی مسئلہ کا شافی جواب دے دیا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت تک محفل میں اور بھی کئی لوگ موجود تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ یا امیر المومنین! آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان بالکل درست ہے لیکن اس سوال کا اس سے بہتر جواب بھی ہو سکتا تھا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کی بات نہایت غور سے سنی اور اسے اجازت دی کہ وہ اس مسئلہ کا جواب دے۔ اس شخص نے اپنی علمی قابلیت کی بناء پر اس مسئلہ کا جواب دیا تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس کا یہ جواب پسند آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا جواب واقعی میں بہتر ہے اور عالم صرف اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جگہ کوئی دنیاوی بادشاہ ہوتا تو وہ اس شخص کو اس کی گستاخی کی سزا دیتا کہ اس نے اس کے جواب میں اعتراض کیا۔ عام دنیاوی لحاظ سے بھی

دیکھا جائے تو بزرگوں کے آگے بولنے کو اخلاق سے گری ہوئی حرکت اور گستاخی قرار دیا جاتا ہے لیکن حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بجائے ناراض ہونے کے اس شخص کی حوصلہ افزائی کی اور اس کے جواب کو سراہا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چونکہ غرور و تکبر سے پاک تھے اور جو شخص متکبر ہو وہ کسی دوسرے کی بات خواہ وہ بھلائی کی ہی کیوں نہ ہو سننا گوارا نہیں کرتا۔ اس کی مثال اس پتھر کی سی ہے جس پر خواہ کتنی ہی بارش برے سے اسے پر پھول نہیں کھلتے اور پھول تو اس زمین پر کھلتے ہیں جو عاجز ہوتی ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جب ایک علمی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ میرے پاس اس کا بہتر جواب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا جواب سنا اور فرمایا کہ عالم تو صرف اللہ عز و جل کی ذات ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی اچھا مشورہ دے تو بجائے ناراض اور غصہ ہونے کے اس کے مشورے اور اچھی بات کو سننا چاہئے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ عالم صرف اللہ عز و جل کی ذات ہے اور تمام علوم کا مرکز اللہ عز و جل ہی ہے۔ اپنی علمی قابلیت کو دوسروں سے بہتر جاننا مغروری کی علامت ہے اور اللہ عز و جل غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔



موت ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا

ایک شخص قضاے الہی سے وصال فرما گیا۔ اس کے عزیز واقارب رونے پٹنے اور سینہ کوبی میں مشغول تھے۔ ایک دانا شخص نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر کہا کہ تم لوگ یہ کیا کرتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس انجام سے تمہارا یہ عزیز دوچار ہوا ویسا ہی انجام تمہارا بھی ہونے والا ہے۔ موت سے قبل آخرت کی فکر کرو۔ تمہیں اپنے اعمال پر نظر دوڑانی چاہئے کہ جب تم دنیا میں آئے تھے تو پاک تھے اور جب دنیا سے جاؤ گے تو گناہوں کی وجہ سے ناپاک ہو گے اور موت ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شخص کے انتقال کا ذکر کر رہے ہیں جس کے انتقال پر اس کے عزیز واقارب روپیٹ رہے تھے اور ایک دانا شخص نے انہیں نصیحت کی کہ عنقریب تم بھی اس انجام سے دوچار ہو گے اور موت سے قبل آخرت کی فکر کرو اور اپنے اعمال پر نظر دوڑاؤ۔ موت ایک حقیقت ہے اور اس کا انکار ممکن نہیں۔



ظالم حجاج پر اس کے ظلم کا عذاب ہمیشہ رہے گا

ایک نیک شخص نے حجاج بن یوسف کا اس طرح ادب نہ کیا جیسا ادب دوسرے کرتے تھے اور وہ اس ادب کی توقع رکھتا تھا۔ حجاج بن یوسف کو اس نیک شخص پر غصہ آ گیا اور اس نے کو تو ال کو حکم دیا کہ اس گستاخ کو قتل کر دو اور اس کی کھال ادھیڑ دو۔ حجاج بن یوسف کا حکم سننے کے بعد وہ نیک شخص پہلے تو ہنسا پھر رو پڑا۔

حجاج بن یوسف نے جب یہ عجیب معاملہ دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو پہلے ہنسا اور پھر رونے لگ گیا؟ اس نیک شخص نے جواب دیا کہ میں اس بات پر ہنسا کہ میں اپنے رب کے حضور اچھی حالت میں جاؤں گا جبکہ میرے کندھوں پر کسی ظلم کا بوجھ نہیں ہوگا اور میری حالت مظلوم کی سی ہوگی جو اللہ عز و جل کی رحمتوں سے نوازے جائیں گے جبکہ میں رویا اس وجہ سے تھا کہ مجھے زمانے کی بے حسی پر افسوس ہوا کہ میرے چار چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جن کا میرے سوا کوئی سہارا نہیں ہے۔

حجاج بن یوسف کے مشیروں میں سے ایک مشیر نے جب اس نیک شخص کی یہ بات سنی تو حجاج بن یوسف سے اس کی سفارش کی کہ اس کی جان بخش دی جائے اور اگر اسے قتل کیا گیا تو پھر یہ اکیلا قتل نہیں ہوگا بلکہ اور کئی جانیں بھی ہلاکت میں مبتلا ہو جائیں گی۔ اس نیک شخص نے نہایت مؤثر انداز میں حجاج بن یوسف کو نصیحت کی تھی مگر اس بد بخت نے اپنا فیصلہ نہ بدلا اور اس نیک شخص کو قتل کر دیا۔

حجاج بن یوسف کے جس مشیر نے اس کی سفارش کی تھی وہ بے حد ملول تھا۔ اس رات اس نے اس نیک شخص کو دیکھا وہ کہہ رہا تھا کہ مجھ پر جو ظلم ہوا اس کی تکلیف کچھ دیر کی

تھی مگر اس ظالم حجاج پر اس کے اس ظلم کا عذاب ہمیشہ رہے گا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حجاج بن یوسف کے ظلم کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے ایک نیک شخص کو صرف اس بات پر قتل کرنے کا حکم جاری کیا کہ اس نے اس کی عزت نہ کی تھی۔ اس نیک شخص کی سفارش حجاج بن یوسف کے ایک مشیر نے کی مگر حجاج بن یوسف نے اپنا فیصلہ نہ بدلا۔ وہ نیک شخص اللہ عز و جل کی بارگاہ میں مقبول تھا اور ظالم حجاج پر اس کے ظلم کا عذاب ہمیشہ رہے گا۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دنیا اعمال کی کھیتی ہے اور جو بوو گے وہی کاٹو گے۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا حساب روزِ محشر دینا ہوگا۔



حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کو ماں کی نصیحت

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنا قصہ بیان کرتے ہیں کہ جوانی کی جہالت کی وجہ سے ایک دفعہ میں نے اپنی ماں سے بدکلامی کی جس پر وہ پریشان ہو گئی اور ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگی اور کہنے لگی کہ شاید تو اپنا بچپن بھول چکا ہے جو میرے ساتھ یوں سختی سے پیش آ رہا ہے۔ ایک بوڑھی عورت نے اپنے جوان بیٹے کو چیتے کی طرح دھاڑتے دیکھ کر کہا کہ کیا تجھے وہ وقت یاد ہے کہ جب تو میری گود میں بے بس و مجبور پڑا تھا اور آج مجھ پر یہ ظلم کرتا ہے کہ تو آج شیر ہے اور میں بوڑھی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنی جوانی کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں سے بدکلامی کی اور میری ماں نے مجھ سے کہا کہ جب تو بچہ تھا تو بے بس تھا اور آج جب جوان ہوا تو مجھ بے بس پر دھاڑتا ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ ماں ایک ایسی ہستی ہے جو بچے کو اس وقت جب وہ محتاج ہوتا ہے تمام آسائشیں مہیا کرتی ہے۔ پھر جب وہ بچہ بڑا ہو کر ماں کے ساتھ بدکلامی کرتا ہے تو اس ماں کے دل پر کیا گزرتی ہے جس نے اپنے آرام و سکون کو خیر باد کہہ کر اپنے بچے کے سکون کو ترجیح دی تھی۔



حکمرانوں کا اولین فرض

ایک بادشاہ معمولی کپڑے کی قبازیب تن کرتا تھا۔ ایک دن اس کے ایک درباری نے کہا کہ حضور! آپ خزانوں کے مالک ہیں اور اتنی معمولی قبازیب تن کرتے ہیں۔ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپ اپنے لئے بہترین چینی ریشم کی قبازیار کروائیں اور اسے زیب تن کریں۔ اس بادشاہ نے جو کہ نہایت عاقل اور عادل تھا اس نے کہا کہ میرے دل میں بھی یہ خواہش ہے کہ میں اپنے لئے ایک بہترین قبازیار کرواؤں مگر کیا کروں کہ یہ خزانہ میرا اپنا نہیں ہے بلکہ رعایا کا ہے اور یہ ملک ان کی ملکیت ہے۔ اس خزانے کا بہترین مصرف یہ ہے کہ میں اسے فوج پر خرچ کروں اور اسے مضبوط بناؤں تاکہ وہ رعایا اور ان کے اس ملک کی حفاظت کرے۔

بادشاہ دہقان سے مالیہ یعنی ٹیکس اس لئے وصول نہیں کرتا کہ اسے ظالموں کے شر سے محفوظ نہ رکھے بلکہ اگر کسی ظالم نے اس کا گدھا چھین لیا ہے تو اس سے مالیہ وصول کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی حقیقت ہے کہ جو بادشاہ قیمتی قبائیں پہنتے ہیں اور عورتوں کی مانند اپنے جسم کو سجاتے ہیں وہ میدان جنگ میں دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور رعایا بادشاہ کے لئے پھل دار درخت کی مانند ہے کہ اس کی پرورش اور نگہداشت بادشاہ کا فرض اولین ہے۔ اگر وہ اس درخت کی جڑ پر کلہاڑا چلائے گا تو سائے اور پھلوں سے محروم ہو جائے گا۔ اس سے زیادہ بزدل اور کمینہ کوئی اور نہیں جو کہ چیونٹی کے آگے سے دانہ اٹھائے۔ شجاعت و بہادری کی قسم! پوری دنیا انکی حکومت بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس کے لئے کسی کا خون ناحق بہایا جائے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں جو معمولی قبا پہنتے تھا اس کے درباریوں نے بادشاہ سے کہا کہ وہ قیمتی قبا پہنے تو بادشاہ نے ان سے کہا کہ یہ خزانہ عوام کا ہے اور میری ملکیت نہیں ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ عزوجل نے جن لوگوں کو منصب حکومت عطا کیا ہے انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عہدہ ان کے پاس ایک امانت ہے اور وہ اس منصب کا حق اسی وقت ادا کر سکتے ہیں جب وہ عوام الناس کی فلاح و بہبود کا خیال رکھیں اور اپنے آرام کی بجائے ان کے آرام کو ترجیح دیں۔



شہد فروش

ایک شہد فروش نہایت خوش اخلاق اور شیریں زباں تھا۔ اس کی اس خوش اخلاقی کی وجہ سے لوگوں کا ایک ہجوم اس کے گرد جمع رہتا تھا۔ جس طرح مکھیاں شہد کے گرد جمع ہوتی ہیں لوگ اس کے گرد جمع ہوتے تھے اور اس کا شہد دیکھتے ہی دیکھتے بک جاتا تھا۔ کچھ حاسد اس شہد فروش کی اس خوش اخلاقی اور خوش حالی سے حسد کرتے تھے اور ہر وقت اسی فکر میں مبتلا رہتے تھے کہ کسی طرح اس کی مقبولیت کم ہو۔

ایک دن وہ اپنے ان ناپاک ارادوں میں کامیاب ہو گئے اور انہوں نے کچھ ایسی سازش کی کہ اس شہد فروش کی خوش اخلاقی اور شیریں زبان تلخی میں بدل گئی اور اب جو بھی گاہک اس کے پاس آتا وہ اس سے بدکلامی کرتا اور اس کے ساتھ جھگڑا کرتا۔ اس بدکلامی اور بدتمیزی کا یہ اثر ہوا کہ اس شہد فروش کی گاہکی ختم ہو گئی اور نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ اس کے پاس کوئی گاہک کھڑا نظر نہ آتا حالانکہ اس کے پاس لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہوتا تھا۔ پھر نوبت یہاں تک آن پہنچی کہ اس کے گھر میں فاقے ہونے لگے۔

شہد فروش ایک دن اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ اللہ جانے! مجھ سے ایسی کون سی خطا ہو گئی کہ اللہ عز و جل مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔ میں سارا دن دوکان پر بیٹھا رہتا ہوں لیکن ایک تولہ شہد بھی فروخت نہیں کر پاتا۔ اس کی بیوی نے جواب دیا کہ پہلے تیرا اخلاق اچھا تھا اور تو ہر ایک کے ساتھ شیریں گفتار تھا اب تیرے رویے میں فرق آچکا ہے اور تو پہلے جیسا خوش اخلاق نہیں رہا۔ پہلے ہر شخص تجھ سے بات کر کے خوش ہوتا تھا اور دیگر شہد فروشوں کو چھوڑ کر تیری دوکان پر آتا تھا اب یہ تیری بدکلامی کا اثر ہے کہ لوگوں نے تیرے پاس آنا چھوڑ دیا

ہے اور تیری اس بدکلامی نے ان کے دلوں میں ایسی نفرت پیدا کر دی ہے کہ انہیں تیرا شہد بھی کڑوا محسوس ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں شہد فروش کا قصہ بیان کرتے ہیں جو خوش اخلاق تھا اور اس کی خوش اخلاقی کی بدولت گاہکوں کا ایک ہجوم اس کی دوکان پر ہوتا تھا۔ پھر جب اس شہد فروش کی خوش اخلاقی بد اخلاقی میں بدل گئی تو لوگوں نے اس کی دوکان پر آنا چھوڑ دیا۔ اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ ایسا تیرے رویے کی وجہ سے ہوا ہے اور تیری اس بدکلامی نے لوگوں کے دلوں میں تیرے لئے نفرت پیدا کر دی ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ معاملات اس وقت تک درست رہتے ہیں جب تک مہذبہ خوش اخلاق ہوتا ہے اور عمدہ اخلاق والے کے ساتھ اپنے معاملات ہر کوئی رکھنے کا خواہاں ہوتا ہے جبکہ بد اخلاق کے پاس کوئی زیادہ دیر تک رہنا گوارا نہیں کرتا۔



بے جا مداخلت شریفوں کا شیوہ نہیں

ایک بزرگ دوران سفر ہندوستان کے کسی علاقے سے گزرے۔ انہوں نے ایک قوی ہیکل سیاہ فام شخص کو دیکھا جس نے ایک نازک اندام اور خوب عورت کو پکڑ رکھا تھا۔ ان بزرگ نے خیال کیا کہ شاید یہ شخص طاقتور ہے اور وہ عورت کمزور ہے اس لئے اس کے شکنجے میں پھنس گئی ہے۔ وہ بزرگ اس عورت کی مدد کے خیال سے آگے بڑھے اور اس سیاہ فام حبشی کو ڈرا دھمکا کر اور غیرت دلا کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ ایک بے بس عورت کو تنگ کر رہا ہے اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔

ان بزرگ کے کہنے پر وہ شخص اس عورت کو چھوڑ کر وہاں سے بھاگ گیا۔ ان بزرگ نے اس سیاہ فام حبشی کے بھاگنے کو اپنی کامیابی تصور کیا اور خیال کیا کہ یہ نازک اندام عورت اب ان کا شکر یہ ادا کرے گی لیکن معاملہ اس کے الٹ ہوا اور وہ عورت ان بزرگ پر برس پڑی اور کہنے لگی کہ تم نے میرے محبوب کو مجھ سے جدا کر دیا۔ یہ کہنے کے بعد وہ عورت زور زور سے چلانا شروع ہو گئی کہ یہ بوڑھا شخص میری عزت برباد کرنا چاہتا ہے۔ جب معاملہ نے سنگینی اختیار کی تو ان بزرگ نے وہاں سے بھاگ نکلنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بزرگ کا قصہ بیان کرتے ہیں جو دوران سفر ایک جگہ سے گزرے تو انہوں نے ایک سیاہ فام حبشی کو ایک نازک عورت کو پکڑے دیکھ کر اس نازک عورت کو اس کے شکنجے سے بچایا۔ اس عورت نے ان بزرگ سے کہا کہ تم نے میرے محبوب کو مجھ سے جدا کر دیا۔ پھر اس نے لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا کہ اس

بزرگ نے میری عزت لوٹنے کی کوشش کی ہے۔ ان بزرگ نے وہاں سے بھاگنے میں ہی اپنی بھلائی سمجھی۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ بے جا مداخلت شریفوں کا شیوہ نہیں۔ جب تک تم پر حقیقت واضح نہ ہو کسی کے کام میں مداخلت نہ کرو۔ بغیر سوچے سمجھے جب اور حقیقت سے واقف نہ ہونے کی بناء پر جب تم کسی کے کام میں مداخلت کرو گے تو یقیناً وہ کام تمہارے گلے پڑ جائے گا اور تم ذلیل و رسوا ہو گے۔ پہلے معاملے کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرو اور پھر اس کی مناسبت سے فیصلہ کرو کہ اس معاملے میں تمہارا دخل دینا درست ہے یا نہیں۔



ایک سخی کا قصہ

کسی بستی میں ایک نیک اور شریف شخص رہتا تھا جو تنگدست ہونے کے باوجود ہر کسی مدد کے لئے تیار رہتا تھا۔ ایک دن اس کے پاس ایک شخص آیا اور بولا: اے سخی! میں نے ایک شخص سے قرض لیا لیکن وقت پر اسے قرض لوٹا نہ سکا اب وہ مجھے قید کرنے پر آمادہ ہے۔ اس شخص کو معمولی رقم درکار تھی جو اس وقت اس نیک اور شریف النفس کے پاس نہ تھی۔ سخاوت کرنے والوں کے پاس سرمایہ جمع نہیں رہتا۔ ان کی مثال بلند و بالا پہاڑوں کی سی ہے کہ ان پر جو پانی برستا ہے وہ ڈھلوانوں کی صورت میں بہہ جاتا ہے۔ سوالی کو اس کی رقم نہ ملی اور قرض خواہ نے اسے قید کر دیا۔

جب اس شریف النفس شخص کو اس کا علم ہوا تو وہ اس قرض خواہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم نے اپنے جس قرض دار کو قید کیا ہے اسے کچھ دنوں کے لئے آزاد کر دو اگر وہ پھر بھی تمہاری رقم نہ لوٹا سکا تو اس کی جگہ مجھے قید کر دینا۔ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں کہ وہ تمہیں کچھ دنوں میں رقم لوٹا دے گا۔ قرض خواہ نے اس سخی کی درخواست قبول کر لی اور قرض دار کو قید سے آزاد کر دیا۔ سخی نے اس سے کہا کہ اللہ عزوجل نے تجھے قید سے رہائی عطا کی اب تو یہاں سے بھاگ جا۔ وہ قرض دار وہاں سے فرار ہو گیا اور معاہدے کے مطابق قرض خواہ نے اس سخی کو قید کر لیا۔

جب وہ سخی قید کی صعوبتیں برداشت کر رہا تھا اس کے دوستوں میں سے ایک نے اس سے کہا کہ اس میں کون سی دانائی کی بات ہے کہ تم نے کسی کی مصیبت کو اپنے گلے میں ڈال لیا وہ جو قصور وار تھا اپنے قصور کی خود سزا بھگتا۔ سخی نے کہا کہ تم اپنی جگہ صحیح کہتے ہو لیکن

میں نے جو کیا وہ میرے نزدیک ٹھیک ہے وہ میرے پاس سوالی بن کر آیا اور اس کی رہائی کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ میں اس کی مدد کرتا۔ اب یہی ہو سکتا تھا کہ میں اس کی جگہ قید کیا جاؤں۔ پھر وہ نئی قید خانے میں ہی مر گیا اور اس کی رہائی کا کوئی سبب پیدا نہ ہو سکا۔ بظاہر اس کا یہ انجام اچھا نہ تھا مگر اس نے حقیقت میں حیاتِ جادواں پالیا تھا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نئی کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے ایک قرض دار کی ضمانت دی اور پھر وہ قرض دار فرار ہو گیا۔ پھر اس ضمانت کے عوض اس نئی کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں اور پھر اسی قید میں اس کا وصال ہو گیا۔ اس نئی نے احسان کیا اور اللہ عز و جل احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ بظاہر تو اس نئی کا انجام اچھا نہ ہوا مگر حقیقت میں اس نے ابدی زندگی پالی۔



جس کی نیند اس کی بیداری سے بہتر ہو

اس کا مرنا اس کے جینے سے بہتر ہے

ایک ظالم بادشاہ نے ایک درویش سے عرض کی کہ میرے لئے کون سی عبادت زیادہ موزوں ہے؟ درویش نے فرمایا کہ دوپہر کو سونا تیرے لئے بہترین عبادت ہے تاکہ کچھ دیر تک لوگ تیرے ظلم سے محفوظ رہیں۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک ظالم کو میں نے دوپہر میں سوتے دیکھا تو کہا کہ یہ فتنہ ہے اس کا سویا رہنا ہی بہتر ہے۔ جس کی نیند اس کی بیداری سے بہتر ہو اس کا مرنا اس کے جینے سے بہتر ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کی بادشاہ کو کی گئی نصیحت بیان کر رہے ہیں کہ اس نے بادشاہ کو کہا کہ تو دوپہر کو سویا کر تاکہ تیرے ظلم سے لوگ محفوظ رہیں۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اللہ عز و جل نے تمہیں حاکم بنایا ہے تو تم عوام الناس کی فلاح و بہبود کے کام کرو نہ کہ ان پر ظلم کرو کہ وہ تم سے باغی ہوں۔



ایک عابد وزاہد اور ایک فاجر کا قصہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک سرکش اور فاسق و فاجر شخص مخلوق خدا کے لئے باعث عذاب تھا۔ اس شخص کا تمام وقت لہو و لعب میں اور لوگوں کو تنگ کرنے میں گزرتا تھا۔ ہوش سنبھالنے سے لے کر بڑھاپے تک اس نے کوئی بھی نیکی کا کام نہیں کیا تھا۔ اس کے ان گناہوں اور بدکاریوں کے باعث لوگ اس کی جانب دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ اگر وہ کہیں نظر آ بھی جاتا تو اس کے پاس سے گزرتے ہوئے انہیں خوف آتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن جنگل سے بستی کی جانب آئے تو اس زمانے کا ایک عابد وزاہد شخص اپنے بالا خانے سے اتر کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت عقیدت کے ساتھ آپ علیہ السلام کے پاؤں چومے۔

وہ فاجر شخص یہ سب دیکھ رہا تھا اس نے ایک عابد وزاہد شخص کو ایسی عقیدت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاؤں چومتے دیکھا تو یہ احساس اس کے دل میں نشتر کی مانند چھا کہ ایک میں ہوں جس کا نام لینا کوئی گوارا نہیں کرتا اور ایک یہ اللہ کا نیک بندہ ہے کہ بڑے بڑے عابد وزاہد اس کے پاؤں چوم رہے ہیں۔

وہ فاجر شخص اس خیال کے آتے ہی رونے لگا اور روتے روتے اس پر رقت طاری ہو گئی۔ اس نے اللہ عز و جل کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی صدقہ دل سے معافی مانگی اور پھر جب اس عابد وزاہد شخص نے اس کو یوں گریہ کرتے دیکھا تو غصہ میں کہا کہ یہ مردود یہاں کہاں سے آ گیا؟ اس کا یہاں کیا کام؟ یہ دوزخ کا ایندھن بنے گا یہ تو بدکار ہے اور ایسا بدکار ہے کہ دوزخ بھی اس سے پناہ مانگتی ہوگی۔

اس عابد وزاہد نے یہ خیال کرتے ہوئے دعا مانگی کہ اے اللہ! میرا انجام اس مردود کے ساتھ نہ کرنا۔ جس وقت وہ عابد وزاہد دعا مانگ رہا تھا اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کی کہ وہ گناہ گار اپنے گناہوں پر نادم ہونے کی وجہ سے بخش دیا گیا اور جنت کا حقدار ہو گیا۔ جو ہمارے دروازے پر عاجز بن کر آئے ہم اسے مایوس نہیں کرتے ہم نے دونوں کی دعا قبول کر لی اور اس عابد وزاہد نے دعا مانگی تھی کہ اس کا حشر اس کے ساتھ نہ ہو اس لئے اس کا مقام جنت کی بجائے دوزخ ہے اس نے غرور کر کے اپنے تمام اعمال برباد کر دیئے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک عابد وزاہد اور ایک فاجر کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس عابد وزاہد نے فاجر کو دیکھ کر کہا کہ اے اللہ! میرا انجام اس کے ساتھ نہ کرنا۔ اس فاجر نے توبہ کی اور اپنے گناہوں پر نادم ہوا جبکہ وہ عابد چونکہ عجز و انکساری سے خالی تھا اس لئے وہ بارگاہ الہی میں رسوا ہوا۔ اللہ عزوجل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی کی کہ جو ہمارے در پر عاجز بن کر آتا ہے اس کی مراد ضرور پوری ہوتی ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ بجائے اپنے نیک اعمال پر فخر کرنے کے ہمیں عجز و انکساری اختیار کرنی چاہئے کہ اللہ عزوجل عاجزی کو پسند کرتا ہے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہمیشہ استقامت کی دعا کرتے رہنے چاہئے۔



حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ کم سنی میں مجھے سماع کی محافل کا شوق ہوا اور میں سماع کی محافل میں شرکت کرنے لگے۔ میرے استاد نے مجھے ان مجالس میں جانے سے منع کیا لیکن میں خود کو روک نہ سکا۔ ایک مرتبہ میرا واسطہ ایک ایسے قوال سے ہوا جو بد آواز تھا میں نے سر سے عمامہ اتارا اور جیب سے ایک دینار نکال کر اسے دے دیا۔ میرے دوستوں نے مجھ سے وجہ دریافت کی تو میں نے کہا کہ میرے استاد مجھے سماع سے منع کرتے تھے مگر میں باز نہ آیا۔ آج جب میں نے اس بد آواز قوال کی آواز سنی تو مجھے سماع میں موجود نقص کا علم ہوا اور میں نے اب ان محافل میں شمولیت سے توبہ کر لی ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ میں کم سنی میں سماع کی محافل میں شریک ہونے لگا تو میرے استاد نے مجھے منع کیا مگر میں باز نہ آیا۔ پھر ایک دن میرا واسطہ ایک بد آواز قوال سے پڑ گیا اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان محافل میں شمولیت اختیار کرنے سے توبہ کر لی۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ اگر استاد یا والدین کوئی نصیحت کریں تو اس میں یقیناً ہمارے لئے کوئی بھلائی کا پہلو ہوتا ہے اس لئے ہمیں اس نصیحت کو قبول کرنے میں کسی قسم کی حیل و حجت سے کام نہیں لینا چاہئے۔



ایک عابد اور چور کا قصہ

تبریز شہر میں ایک عابد و زاہد شخص رہتا تھا۔ جب لوگ نیند کے مزے لوٹ رہے ہوتے یہ عابد شب بیداری کرتا اور عبادتِ الہی میں مشغول رہتا تھا۔ ایک رات وہ اپنی عبادت میں مشغول تھا کہ ایک چور اس کے پڑوس میں گھس گیا۔

اس عابد نے آہٹ کی آواز سنی تو شور مچا دیا جسے سن کر پڑوسی جاگ گئے اور اب وہاں چور کا رکنا محال ہو گیا اور وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر وہاں سے بھاگا۔ چور کے جانے کے بعد عابد کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں نے اپنے پڑوسی کے ساتھ تو نیکی کی لیکن اس چور کے رزق کو اس سے دور کر دیا۔ یہ سوچ کر وہ عابد اپنی جگہ سے اٹھا اور چور کی منزل کا اندازہ کرتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا اور کچھ ہی دیر کی مسافت کے بعد اس چور کو جالیا۔ چور اسے دیکھ کر ڈر گیا اور بھاگنے کی کوشش کی۔

اس عابد نے چور سے کہا کہ بھائی! تو مجھ سے کیوں ڈرتا ہے؟ میں تو ایک عرصہ سے تجھ جیسے بہادر اور شہ زور کی تلاش میں تھا۔ تو میرا ساتھی بن جا ہم دونوں مل کر چوری کیا کریں گے اور جلد ہی دونوں امیر ہو جائیں گے۔

چور نے اس عابد کی بات سنی تو رک گیا۔ عابد نے کہا کہ اس وقت ایک ٹھکانہ ایسا ہے جس کے متعلق مجھے علم ہے کہ اگر ہم وہاں گئے تو ہمیں ضرور کچھ نہ کچھ ملے گا؟ چور نے عابد کی بات سنی تو فوراً رضا مند ہو گیا اور عابد اسے گھما پھرا کر اپنے گھر لے گیا اور چور سے کہا کہ تم باہر کو میں دیوار پھلانگ کر اندر جاتا ہوں اور جو مال ہاتھ لگاؤ وہ میں باہر پھینکتا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ عابد اپنے گھر گھس گیا اور اس عابد کے گھر میں مال و زر نام کی کوئی شے موجود نہ تھی

اس نے اپنے کپڑے اتار کر اس چور کی جانب پھینکے اور پھر چور چور کی آواز لگادی۔ چور نے جب شور سنا تو وہ بھاگ گیا اور اس عابد نے شکر ادا کیا کہ اس نے کسی نہ کسی طرح اس چور کی مدد کردی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک عابد اور چور کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ عابد کے پڑوس میں چور آ گیا اور اس نے چور کی آہٹ سن کر شور مچا دیا جس پر وہ چور بھاگ گیا۔ پھر اس عابد کے دل میں خیال آیا کہ اس نے چور کے رزق کو اس سے دور کر دیا۔ وہ اس چور کے پیچھے گیا اور اسے لے کر اپنے گھر آ گیا اور اپنے کپڑے اسے دے کر پھر چور کی آواز لگادی جس پر وہ بھاگ نکلا۔ اس عابد نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ اس نے چور کی کسی طرح مدد کردی۔ یہ حکایت ہمیں درس دیتی ہے کہ اللہ عزوجل کے نیک لوگ ہر شخص کے ساتھ خواہ وہ نیک ہو یا برا اس کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور ان کے اس احسان کی بدولت بے شمار گناہ گار اپنے گناہوں پر نادم ہو کر تائب ہو گئے۔



غیبت کرنے سے بہتر ہے کہ انسان سویا رہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں بچپن میں عبادت گزار اور شب بیدار تھا۔ مجھے ذکر اللہ کا شوق تھا اور ایک رات حسب معمول میں اپنے والد صاحب کی معیت میں ساری رات جاگتا رہا اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہا۔ ہمارے آس پاس کچھ لوگ سوئے ہوئے تھے۔ میں نے والد صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو تہجد کے دو نفلوں کے لئے بھی نہیں اٹھے، یہ تو ایسے سو رہے ہیں جیسے مردہ ہوں؟ والد صاحب نے میری بات سنی تو فرمایا کہ غیبت کرنے سے بہتر ہے کہ انسان سویا رہے۔ شیخی بگھارنے والا کسی کو کچھ نہیں سمجھتا اور اس کی آنکھوں پر غرور کر پردہ ہوتا ہے۔ اگر اللہ عز و جل نے تجھے دیکھنے والی آنکھ عطا کی ہے تو ہر ایک کو خود سے بہتر جان۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنے بچپن کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں ساری رات جاگ کر عبادت کر رہا تھا اور میرے ارد گرد کچھ لوگ سو رہے تھے۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو تہجد کے دو نفل بھی نہیں پڑھ سکتے۔ میرے والد نے مجھ سے فرمایا کہ غیبت کرنے سے بہتر ہے کہ انسان سویا رہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ اپنے نیک اعمال پر فخر کرنے کی بجائے اللہ عز و جل کا شکر گزار ہونا چاہئے۔



محافظ حقیقی اللہ عزوجل ہے

ایک دیہاتی کا گدھا مر گیا۔ اس نے اس کا سر کاٹ کر اپنے انگوروں کے باغ میں لٹکا دیا۔ وہ دیہاتی تو ہم پرستی میں مبتلا تھا۔ ایک نیک شخص کا اس باغ کے پاس سے گزر ہوا تو اس نے گدھے کے سر کو لٹکا دیکھ کر اس دیہاتی سے پوچھا کہ تو نے گدھے کے سر کو کیا سوچ کر یہاں لٹکا دیا؟ اس دیہاتی نے کہا کہ میں نے گدھے کا سر یہ سوچ کر یہاں لٹکایا ہے کہ میری انگوروں کی بلیں بری نظر سے بچی رہیں۔ اس نیک شخص نے کہا کہ اگر تو نے یہ سوچ کر گدھے کا سر یہاں لٹکایا ہے تو تیرا یہ گمان درست نہیں اور نہ ہی تو درست ہے۔ اے اللہ کے بندے! جو گدھا اپنی جان کی حفاظت نہ کر سکا تو وہ تیری ان انگوروں کی بیلوں کی کیا حفاظت کرے گا؟ وہ طبیب کیسے کسی کا علاج کر سکتا ہے جو خود بیماریوں میں مبتلا ہو۔ محافظ حقیقی اللہ عزوجل ہے اور یہ اسی کی شان ہے کہ وہ ہر شے کی حفاظت خود کرتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک دیہاتی کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے اپنے مردہ گدھے کو اس وجہ سے باغ میں لٹکا دیا کہ اس کی انگور کی بلیں بری نظر سے محفوظ رہیں۔ ایک نیک شخص نے اسے نصیحت کی کہ تو ہم پرستی بری عادت ہے اور محافظ حقیقی اللہ عزوجل ہے۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ تو ہم پرستی میں مبتلا شخص اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔



غرور و تکبر کی نشانی

ایک روز قاضی کی عدالت میں کسی علمی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی اس دوران ایک مفلوک الحال درویش عدالت میں داخل ہوا اور مناسب جگہ پر بیٹھ گیا۔

حاضرین محفل نے اس کی ظاہری حالت سے اس کی معمولی حیثیت کا اندازہ لگایا اور اسے اس جگہ سے اٹھا کر جوتوں کے پاس جگہ دے دی۔ وہ درویش اس رویہ سے دلبرداشتہ ہوا مگر خاموش رہا۔ اس وقت جس علمی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی کوئی بھی اس مسئلہ کا مناسب حل بتانے سے عاجز رہا۔ پھر ایک وقت آیا کہ وہ غصہ میں بھر گئے اور ایک دوسرے کو لاجواب کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ ان کی گردنوں کی رگیں پھول گئیں اور منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو گیا۔

وہ درویش اس دوران خاموش بیٹھا ان کی گفتگو سنتا رہا پھر بلند آواز سے بولا کہ اگر تم لوگ اجازت دو تو میں اس موضوع پر کچھ عرض کروں۔ قاضی نے اس درویش کو اجازت دے دی۔

اس درویش نے دلائل کے ساتھ اس مشکل علمی مسئلہ کو بیان کر دیا اور اس کا جواب سن کر سب حیران رہ گئے۔ حاضرین محفل کو اس درویش کی علمی قابلیت کا اندازہ ہوا اور وہ سمجھ گئے کہ یہ مفلوک الحال درویش کوئی بہت بڑا عالم ہے۔

قاضی اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے اپنی دستار اتار کر اس درویش کو دی اور کہنے لگا کہ صد افسوس! ہم آپ کے علمی مرتبہ سے آگاہ نہ ہو سکے۔ آپ اس دستار کے زیادہ حق دار ہیں۔ درویش نے قاضی کی دستار تلینے سے انکار کر دیا اور یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا کہ میں

غرور و تکبر کی اس نشانی کو ہرگز اپنے سر پر نہ رکھوں گا۔ یاد رکھو کہ انسان کا رتبہ بہتر لباس نہیں بہتر علم سے ہوتا ہے اور کوئی شخص صرف سر بڑا ہونے کی وجہ سے عالم نہیں بن جاتا اور کدو کا سر سب سے بڑا ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کا قصہ بیان کر رہے ہیں جو قاضی کی عدالت میں بیٹھے تھے اور اس وقت کسی علمی مسئلہ پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ان درویش کی مفلوک الحالی دیکھ کر کوئی ان سے گفتگو کرنے کو روک رہا تھا۔ پھر جب اس علمی مسئلہ پر محفل میں گرما گرم بحث شروع ہو گئی تو ان درویش نے دلائل کے ساتھ اس علمی مسئلہ کو بیان کر دیا۔ قاضی نے اپنی دستارِ فضیلت ان درویش کو دینی چاہئے تو انہوں نے یہ کہہ کر لوٹا دی کہ غرور و تکبر کی نشانی کو میں اپنے سر پر ہرگز نہیں باندھوں گا۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ انسان بہتر لباس سے عالم نہیں بنتا بلکہ اس کے لئے علم کا ہونا شرط ہے۔ اس حکایت میں وہ مفلوک الحال درویش حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ازراہِ عجز و انکساری اپنا نام بیان نہیں کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ علم کا خزانہ تھے اور اس کا بہترین ثبوت آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف بوستانِ سعدی اور گلستانِ سعدی ہیں جن سے آج ایک عرصہ گزرنے کے بعد بھی اہل علم کسب فیض کرتے ہیں۔



عقل مندی کی نشانی

ایک عورت اپنے خاوند کو اس بات پر مجبور کرتی تھی کہ وہ محلے میں موجود دوکان سے کوئی سودا نہ خریدے وہ تو نجوست کا مارا ہوا ہے اور سارا دن اس کے منہ پر مکھیاں بھنھناتی رہتی ہیں اور کوئی بھی اس سے سودا خریدنے پر روادار نہیں ہے۔ شوہر نے جب بیوی کی بات سنی تو اسے سمجھاتے ہوئے بولا کہ تمہیں محلہ کی اس دوکان کے بارے میں ایسی بات نہیں کرنی چاہیے۔ اس غریب نے بھی نفع کے لئے ہمارے پڑوس میں دوکان کھولی ہے اور اسے مایوس کرنا اچھا نہیں ہے۔ تمہاری بات کو کوئی بھی ڈی شعور پسند نہیں کرے گا اور عقل مند لوگ ہمیشہ بے رونق دوکان سے ہی ضروریات زندگی کا سامان خریدتے ہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک عورت کا قصہ بیان کرتے ہیں جو اپنے شوہر سے کہتی تھی کہ وہ محلے کی دوکان سے سودا نہ خریدے۔ اس شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس غریب نے ہمارے پڑوس میں دوکان کھولی ہے اور حق ہمسائیگی ادا کرنا ہمارا فرض ہے۔ پس یاد رکھو کہ پڑوسی کے حقوق بہت ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں پڑوسی کے حق کو ادا کرنے کی بار بار نصیحت کی ہے۔



سخت بات کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ

نرم بات کا ہوتا ہے

کچھ نیک لوگ مسجد میں بیٹھے ذکر الہی میں مشغول تھے کہ وہاں ملک کا شہزادہ آگیا۔ وہ شہزادہ اس وقت نشے میں دھت تھا اس نے آتے ہی ان نیک لوگوں کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

جب وہ شہزادہ وہاں سے چلا گیا تو ان میں سے ایک شخص نے اپنے مرشد سے کہا کہ یہ بدکردار اس قابل ہے کہ اس کے حق میں بددعا کی جائے آپ اس کے حق میں بددعا کریں۔ اس نے جس طرح ہماری اور اللہ عزوجل کے گھر کی توہین کی ہے اللہ جانے اور کتنے لوگوں کو یونہی تنگ کرتا ہوگا۔ مرشد نے جب مرید کی بات سنی تو اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور کہا: الہی! یہ شہزادہ بہت اچھا ہے اسے ہمیشہ خوش و خرم رکھنا۔

مرشد کی دعا سن کر مرید حیران ہو گیا اور اس نے مرشد سے کہا کہ حضرت! یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ ایک فاسق و فاجر کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل اسے ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ مرشد نے جواباً فرمایا کہ تم خاموش رہو تم وہ نہیں جانتے جس کا علم مجھے ہے۔ کچھ دنوں بعد مرشد کی یہی کہی ہوئی باتیں اس شہزادے کے کانوں میں گئیں۔ اس نے اسی وقت شراب نوشی اور دیگر تمام برائیوں سے توبہ کر لی اور اپنے ایک خاص قاصد کے ذریعے ان مرشد کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرے پاس آئیں گے تو یہ میری خوش نصیبی ہوگی۔ ان مرشد نے اس شہزادے کی دعوت قبول کر لی اور شہزادے کو زندگی گزارنے کے بہترین

اصولوں سے آگاہ کیا ہے اور کہا کہ اس سے قبل وہ جو زندگی گزار رہا تھا وہ اسے ہلاکت میں مبتلا کرنے والی تھی۔ شہزادے نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اور اپنے تمام آلاتِ موسیقی اور شراب کے جام تڑوا دیئے اور نیک لوگوں کی صحبت اور طریقہ اختیار کر لیا۔

اب اس شہزادے کا تمام وقت عبادتِ الہی میں بسر ہوتا تھا اور اس کا اپنی گزشتہ زندگی سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ ایک وقت تھا کہ وہ اپنے باپ کی نصیحت کو بھی قبول نہ کرتا تھا اور اب ہر وقت مسجد میں بیٹھا عبادتِ الہی میں مشغول رہتا تھا۔ حقیقت یہی ہے کہ اپنے بہترین اخلاق کے ذریعے دوسروں کو متاثر کیا جاسکتا ہے اور سخت بات کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ نرم بات کا ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شہزادے کا ذکر کر رہے ہیں جس نے ایک درویش کو برا بھلا کہا تو ان درویش نے اس کے حق میں دعا فرمائی اور وہ شہزادہ اپنی تمام برائیوں کو ترک کر کے نیک بن گیا۔ ہمارے آقا سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اخلاق کے ذریعے دوسروں کو متاثر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہمارے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کریں جو اللہ عز و جل اور اس کے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں اور ہمیشہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کریں۔



فحش گوئی سے بچو

ایک نیک اور متقی شخص جب بھی گفتگو ہوتی اپنے دشمنوں کا ذکر بھی اچھے الفاظ میں کرتا تھا۔ جب بھی اس کے کسی دشمن کے متعلق کوئی گفتگو ہوتی تو وہ ان کا ذکر اچھے الفاظ میں کیا کرتا۔ اس نیک شخص کا وصال ہوا تو کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ سناؤ میاں! تمہارے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ کیا تم اللہ عزوجل کی پکڑ میں آئے یا پھر بخش دیئے گئے؟ اس نیک شخص نے جب یہ بات سنی تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ ابھر آئی اور وہ بلبل کی مانند شیریں آواز میں بولا کہ میں دنیا میں فحش گوئی سے بچتا تھا اور میری زبان سے کسی کے متعلق کوئی بری بات نہ نکلتی تھی کہ فحش گوئی نہایت مکروہ فعل ہے چنانچہ نکیرین نے بھی مجھ سے کسی قسم کا کوئی سخت سوال نہ کیا اور یوں میرے لئے ان کے سوالات کا جواب دینے میں آسانی رہی اور میرا معاملہ بہت ہی اچھا رہا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نیک شخص کا بیان فرما رہے ہیں جسے وصال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا معاملہ رہا تو اس نے کہا کہ دنیا میں فحش گوئی سے بچتا رہا اللہ عزوجل نے میرے لئے قبر میں آسانی پیدا فرمادی۔ پس فحش گوئی اور بدکلامی سے بچو کہ یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے لئے وبال ہے۔



بد خصلت غلام

ایک عابد و زاہد بزرگ کا غلام نہایت بد کردار اور بد خصلت تھا۔ اس کے لمبے لمبے بال ہمیشہ گرد آلود اور الجھے ہوئے ہوتے تھے اور اس کی آنکھوں سے پانی بہتا رہتا تھا۔ وہ اتنا ست اور کاہل تھا کہ اس کے گھر میں کوڑے کے ڈھیر لگ جاتے مگر وہ کوڑا اٹھانے کی زحمت تک گوارہ نہ کرتا تھا۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بد خصلت غلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے اس کے متعلق ایک خوبصورت شعر بھی لکھا ہے۔

زِ سِماشِ وحشتِ فرازِ آمدے

نہ رفتے بکارے کہ بازِ آمدے

”یعنی وہ اتنا بد صورت تھا کہ اس کی پیشانی کی جانب نظر دوڑاتے

بھی وحشت ہوتی تھی۔ وہ اتنا کاہل تھا کہ کسی کام کے لئے نہ جاتا تھا

کہ لوٹ کر واپس آتا۔“

یہ بد خصلت غلام کھانے کا اتنا دلدادہ تھا کہ کھانے کے لئے اپنے آقا کی اجازت

کے بغیر ہی دسترخوان پر بیٹھ جاتا اور کسی کو پانی پلانا بھی گوارہ نہ کرتا تھا۔ ایک دن ان نیک

بزرگ کا ایک دوست ان سے ملنے آیا۔ اس نے ان کے غلام کی یہ حرکتیں دیکھیں تو اس سے

رہانہ گیا اس نے ان بزرگ سے دریافت کیا کہ آپ کو اس کی کون سی خوبی پسند ہے جو آپ

نے اسے اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ میں تو آپ کو یہی مشورہ دیتا ہوں کہ اسے فروخت کر دیجئے

اور ایسے کاہل اور بد خصلت کا آپ کے پاس کوئی کام نہیں۔

ان بزرگ نے جب اپنے دوست کی بات سنی تو کہا کہ بے شک اس کی عادتیں

صحیح نہیں اور یہ کاہل ہے۔ یہ بد خصلت یہاں موجود ہے تو میری عادتیں صحیح ہیں اور میں اس کو برداشت کرتے اتنا پختہ ہو چکا ہوں کہ اب ہر شخص کی زیادتی کو برداشت کر سکتا ہوں۔ اب یہ بات مروت کے خلاف ہے کہ میں اس سے اتنے فائدے حاصل کر چکا اور اب اسے فروخت کر دوں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نیک بزرگ کے بد خصلت غلام کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنی بری حرکات سے ان بزرگ کو تنگ کرنا تھا۔ ان بزرگ کے ایک دوست نے انہیں مشورہ دیا کہ اسے فروخت کر دیں تو ان بزرگ نے فرمایا کہ اس کی بری حرکتوں کو برداشت کرتے ہوئے ہی میں اس مقام تک پہنچا ہوں اور اب یہ مروت کے خلاف ہے کہ میں اسے فروخت کر دوں۔ پس یاد رکھو کہ اگر تم کسی کی بری عادات کو برداشت کرو گے تو یقیناً اللہ عز و جل تمہیں تمہارے اس صبر کا پھل دے گا اور جب تم اپنے کسی غلام عزیز یا دوست کی بری حرکات پر صبر کرو گے اور برداشت سے کام لو گے تو یقیناً تم زمانے کی سختیوں کو بھی با آسانی جھیل لو گے۔



اگر دشمن مر گیا تو یہ خوشی کا موقع نہیں

نوشیرواں بادشاہ کے پاس ایک شخص خوشخبری لے کر آیا کہ اس کا فلاں دشمن ہلاک ہو گیا۔ نوشیرواں نے جب اس شخص کی بات سنی تو کہا کہ کیا تو نے یہ بھی سنا ہے کہ میں زندہ رہوں گا۔ اگر دشمن مر گیا تو یہ خوشی کا موقع نہیں کیونکہ ہماری اپنی زندگی بھی عنقریب ختم ہونے والی ہے۔ پس اے دوست اگر تو کسی جنازہ کو دیکھے تو خوشی کا اظہار نہ کر کہ ایک دن یہی سب تیرے ساتھ بھی ہونے والا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں نوشیرواں بادشاہ کے متعلق بیان کر رہے ہیں کہ اس کا ایک دشمن مر گیا تو اس کے پاس ایک شخص نے خوشی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا کہ دشمن مر گیا تو یہ خوشی کا مقام نہیں کل ہم نے بھی مرنا ہے۔ پس یاد رکھو کہ موت ایک حقیقت ہے خواہ وہ مومن کی موت ہو یا مشرک کی۔ تم جب بھی کسی کے مرنے کی خبر سنو تو خوشی نہ مناؤ اور یاد رکھو کہ عنقریب تم بھی موت کا ذائقہ چکھنے والے ہو۔



شاہ طغرل اور اس کا حبشی غلام

ایک دن موسم سرما کی ایک سردرات میں شاہ طغرل اپنے کسی ضروری کام سے محل سے باہر نکلا تو اس نے ایک حبشی غلام کو دیکھا جو محل کے پہرے پر مامور تھا۔ وہ حبشی غلام اس وقت شدید سردی سے کانپ رہا تھا اور سردی کی وجہ سے شدید تکلیف میں مبتلا تھا۔

شاہ طغرل نے اس کو کانپتے دیکھا تو اس پر ترس آ گیا اور اس کے پاس رک کر اس سے کہا کہ تم گھبراؤ مت میں ابھی تمہارے لئے پوستین بھیجتا ہوں جو تجھے سردی سے محفوظ رکھے گی۔ شاہ طغرل یہ کہہ کر جب محل میں واپس لوٹا تو اس حبشی غلام کو پوستین بھیجنا بھول گیا اور یہ بات اس کے ذہن سے نکل گئی کہ اس نے حبشی غلام کو پوستین بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس حبشی غلام کو اس شدید سردی میں دوہری زحمت اٹھانا پڑی ایک شدید سردی کی اور دوسری بادشاہ کے وعدہ کے انتظار کی کہ وہ اس کے لئے پوستین بھیجے گا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ مسافر جو منزل مقصود پر پہنچنے کے بعد اپنے خیموں میں آرام و سکون سے رہتے ہیں اپنے ان بد نصیب دوستوں کی مصیبتوں کا اندازہ نہیں لگا سکتے جو ابھی سفر میں ہیں اور ان سے پچھڑ چکے ہیں۔ وہ جو سردیوں کی راتیں کھلے آسمان تلے گزار رہے ہیں ان کی مصیبتوں کا اندازہ ایک آرام و سکون سے اپنے گھر میں رہنے والے کو کیسے ہو سکتا ہے؟

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں شاہ طغرل اور اس کے حبشی غلام کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ شاہ طغرل کا حبشی غلام سردی میں ٹھہر رہا تھا۔ شاہ طغرل نے اسے دیکھا

تو اس پر ترس کھاتے ہوئے کہا کہ میں تمہارے لئے پوسٹین بھیجتا ہوں پھر اسے پوسٹین بھیجنا بھول گیا اور وہ حبشی غلام سردی میں دوہری زحمت سے دوچار ہوا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کے آخر میں بیان کرتے ہیں کہ جو مسافر منزل مقصود پر پہنچ کر آرام و سکون میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ اپنے ان دوستوں کی مصیبت کا اندازہ نہیں کر سکتے جو اس سفر میں ان سے پیچھے رہ گئے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ پس ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اگر کسی کے دکھوں کا مداوا نہیں کر سکتے تو اسے دلاسا دے کر کسی امید میں مبتلا بھی نہ کریں کہ اس سے وہ دوہری اذیت سے دوچار ہوتا ہے۔



درویش کی منت

ایک درویش کی بیوی حاملہ تھی اس نے منت مانگی کہ اگر میرے گھر زرینہ اولاد ہوئی تو میں اپنے پاس موجود گوڈری کے علاوہ جو کچھ ہے سب صدقہ کر دوں گا۔ وہ درویش بڑھاپے کو پہنچ چکا تھا اور اس سے قبل اس کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اللہ عزوجل نے اس درویش کو اولاد زرینہ سے نوازا اور اس کے ہاں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی۔ اس درویش نے اپنی منت پوری کی اور اپنی گوڈری کے علاوہ سب کچھ راہِ خدا میں صدقہ کر دیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں کچھ عرصہ بعد شام کے سفر سے لوٹ رہا تھا کہ میرا گزر اسی درویش کے محلہ سے ہوا۔ میں نے اس درویش کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ درویش جیل میں ہے۔ میں نے لوگوں سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ اس کے بیٹے نے شراب پی کر دنگا فساد کیا اور ایک شخص کو قتل کر کے خود بھاگ گیا۔ شہر کے کوتوال نے اس درویش کو گرفتار کر لیا اور اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال کر اسے قید کر دیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس درویش کے حالات کے متعلق سنا تو کہا اس مصیبت کو اس نے اللہ عزوجل سے منت مانگ کر لیا۔ پس اے ہوشیار! اگر حاملہ عورت عقل مندوں کے مطابق سانپ پیدا کر لے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ نالائق بچہ پیدا کرے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کا قصہ بیان کرتے ہیں جو

بڑھاپے میں پہنچ چکا تھا تو اللہ عزوجل نے اس کی بیوی کو حاملہ کر دیا۔ اس درویش نے منت مانگی کہ اگر بیٹا ہوا تو میں ماسوائے گوڈری کے سب کچھ راہِ خدا میں صدقہ کر دوں گا۔ اللہ عزوجل نے اسے بیٹا عطا کیا۔ وہ بیٹا بڑا ہوا تو اس نے شراب پی کر دنگا فساد مچایا اور ایک شخص کو قتل کرنے کے بعد فرار ہو گیا۔ جس پر حاکم وقت نے اس درویش کو قید کر دیا۔ پس یاد رہے کہ اللہ عزوجل کی رضا میں راضی رہو۔ تم منتیں مرادیں مانگ کر بیٹے لیتے ہو اور اللہ عزوجل کی مشیت پر راضی نہیں رہتے۔ پھر جب وہی بیٹے بڑے ہو کر تمہیں ذلیل و رسوا کرتے ہیں تو تم پچھتانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ اللہ عزوجل کی رضا میں راضی رہو اور اس کے احکامات کی تعمیل کے لئے خود کو وقف کر دو۔ اپنی اولاد کی تربیت احسن طریقے سے کرو کہ تمہاری تربیت سے ہی اس میں نکھار آئے گا۔



جو شخص تھوڑے پر قانع ہو وہ

بادشاہ اور درویش دونوں کو ایک جیسا سمجھتا ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک حاجی صاحب نے مجھ سے ناراض ہونے کے بعد مجھے کتا کہہ دیا۔ کچھ دن گزرے تو ان حاجی صاحب نے مجھے ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک کنگھا تحفہ بھیجا۔ میں اپنے متعلق ان کی بات کو نہیں بھولا تھا میں نے ان کا وہ کنگھا ان کے سامنے زمین پر پھینک دیا کہ آپ مجھے کتا سمجھتے ہیں اور پھر یہ کنگھا بطور بڑی عنایت کرتے ہیں۔ میری عزت کے لئے یہی کافی ہو گا کہ آپ مجھے آئندہ اس برے نام سے یاد نہ کریں۔ اگر میں اپنی محنت سے حاصل کیا گیا سرکہ کھا رہا ہوں تو یہ اس حلوی سے بہتر ہے جو کسی کا ظلم برداشت کرنے کے بعد حاصل ہو۔ جو شخص تھوڑے پر قانع ہو وہ بادشاہ اور درویش دونوں کو ایک جیسا سمجھتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنے ساتھ آنے والے واقعہ کو بیان کرتے ہیں کہ ایک حاجی صاحب نے ناراضگی میں مجھے کتا کہہ دیا۔ پھر کچھ دنوں بعد مجھے ایک کنگھا بطور تحفہ بھیجا۔ میں نے وہ کنگھا انہیں لوٹا دیا اور کہا کہ آپ مجھے کتا سمجھتے ہیں۔ پس یاد رہے کہ عزت نفس بڑی چیز ہے اور اپنی عزت و وقار کی حفاظت کرو۔ جو شخص تھوڑے پر قانع ہو وہ بادشاہ اور درویش دونوں کو ایک جیسا سمجھتا ہے۔



نیک تو ہوتے ہی اچھے اور قابل ستائش ہیں

جس شخص نے سب سے پہلے کپڑے پر پھول کڑھایا اور انگوٹھی بائیں ہاتھ میں پہنی وہ پرانے وقتوں کا مشہور بادشاہ جمشید ہے۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ اس نے بائیں ہاتھ کو یہ فضیلت کیوں دی کہ انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہننے کی بجائے اسے بائیں ہاتھ میں پہنا۔ جمشید بادشاہ نے لوگوں سے کہا کہ دائیں ہاتھ کو اس کے دائیں ہونے کی وجہ سے فضیلت دینا کافی نہیں ہے۔ افریدیوں کے بادشاہ نے چین کے نقاشوں سے کہا کہ میرے خیمے کے کناروں پر کڑھائی کرو۔ اے مرد عقل مند بروں کو اچھا بنانے کی کوشش نہ کرو کہ نیک تو ہوتے ہی اچھے اور قابل ستائش ہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں دائیں ہاتھ کی فضیلت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر کام دائیں ہاتھ سے شروع کرو تا کہ اس کام میں برکت ہو۔ اللہ عز و جل دائیں ہاتھ سے کام کرنے کو پسند کرتا ہے۔ نیز جو برے عقل مند ہیں انہیں اچھا بنانے کی جستجو نہ کرو اور نیک تو ہوتے ہی اچھے ہیں اور تعریف کے قابل ہیں۔



درویش کی دعا سے نابینا کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی

زمانے کے ظلم و ستم کا ستایا ہوا ایک درویش کسی امیر کے دروازے پر چلا گیا اور صدالگائی۔ وہ امیر پرے درجے کا کنجوس اور مغرور تھا۔ اس نے درویش کی صدا سنی تو بجائے اس کی کوئی مدد کرنے یا اسے کچھ خیرات دینے کے اسے جھڑکنا شروع ہو گیا۔ اس امیر شخص کے ہمسایہ میں ایک غریب نابینا شخص رہتا تھا۔

وہ درویش اس امیر کے دروازے سے مایوسی کی حالت میں پلٹا تو اس نابینا شخص نے اسے اپنا مہمان بنالیا اور جو کچھ اس سے ممکن ہو سکتا تھا وہ درویش کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس درویش کے ساتھ نہایت عمدہ اخلاق اور مروت کے ساتھ پیش آیا۔ درویش اس نابینا شخص کے اس حسن سلوک سے بے حد متاثر ہوا اور اس کی بھلائی کی دعا کر کے وہاں سے چلا گیا۔

نابینا شخص نے اس درویش کے ساتھ یہ سلوک کسی لالچ میں آکر نہیں کیا تھا بلکہ یہ اس کی خدا ترسی تھی۔ ایک وقت کا کھانا کھانا کوئی ایسی بڑی بات نہ تھی لیکن اللہ عزوجل کو اس کی یہ نیکی بے حد پسند آئی اور اس کے حق میں درویش کی دعا قبول ہوئی۔ اس نابینا کی آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی اور اس کی آنکھوں سے پانی کے چند قطرے ٹپکے جس سے اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ جب شہر کے لوگوں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ حیران رہ گئے اور کچھ ہی دیر میں درویش کی کرامت کا شہرہ سارے شہر میں ہو گیا۔ جب اس بات کا علم اس مغرور امیر

کو ہوا تو وہ حسرت سے اپنے ہاتھ ملنا شروع ہو گیا اور کہنے لگا کہ افسوس! یہ شاہباز تو میرا تھا جو اس نابینا کے جال میں پھنس گیا۔ یہ نعمت تو میرے لئے تھی جو اسے مل گئی۔ اس نابینا ہمسائے نے جب اس مغرور امیر کی بات سنی تو کہا کہ یہ شاہباز تجھے کیسے مل سکتا تھا جو حریص چوہے کی طرح دانت نکو سے ہوئے ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کی کرامت بیان کرتے ہیں جو کسی امیر کے دروازے پر گیا تو اس نے اسے دھتکار دیا۔ پھر جب وہ درویش ایک نابینا شخص کا مہمان ہوا اور اس نابینا شخص نے اس درویش کی خدمت کی تو درویش نے دعا کی اور اس نابینا کی آنکھوں کی بینائی لوٹ آئی۔ جب اس امیر شخص کو علم ہوا تو وہ پچھتانے لگا کہ یہ نعمت تو میرے لئے تھی۔ پس یاد رکھنا چاہئے کہ بھلائی کے کاموں کو اختیار کرنے میں سبقت حاصل کرو اور جب کوئی اللہ عزوجل کا نیک بندہ تمہارے در پر آئے تو اس کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آؤ اور اس کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہ رہنے دو کہ وہ بارگاہ الہی میں مقبول ہے اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں بھی وہ اس کی بارگاہ میں مقبول بنا دے۔



تم بروزِ قیامت مجھ پر جنت کا دروازہ بند نہیں کرو گے

ایک عادل اور خدا ترس بادشاہ اپنی رعایا کے حالات سے آگاہی کے لئے رات کو بھیس بدل کر گشت کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ ایک مسجد کے پاس سے گزرا تو اس نے دو درویشوں کو دیکھا جو سردی میں کانپ رہے تھے۔ بادشاہ ان کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے وہاں رک گیا۔

ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا کہ اگر قیامت کے دن اللہ عزوجل نے بادشاہوں کو بھی بخش دیا تو میں اپنی قبر سے باہر نکلنے سے انکار کر دوں گا۔ یہ کیسا انصاف ہوا کہ دنیا میں بھی وہ عیش کریں اور آخرت کی زندگی میں وہ جنت کے حقدار بن جائیں۔ میں حقیقتاً کہتا ہوں کہ اگر ہمارے ملک کا بادشاہ جو کہ صالح کہلاتا ہے اگر جنت کی دیوار کے نزدیک بھی آیا تو میں جوتے مار مار کر اس کا بھیجا پلپلا کر دوں گا۔

بادشاہ نے ان سردی سے کانپتے درویشوں کی گفتگو سنی تو وہاں سے واپس لوٹ آیا اور اگلے دن اس نے پیادے بھیج کر ان دونوں درویشوں کو دربار میں بلایا اور انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور ان کی عزت افزائی کی۔

وہ درویش اس حسن سلوک پر حیران تھے۔ ایک درویش سے رہانہ گیا تو اس نے بادشاہ سے اس حسن سلوک کے متعلق رازداری سے دریافت کیا کہ ان کے ساتھ اس عزت افزائی سے پیش آنے اور انہیں انعام و اکرام سے نوازنے کی کیا خاص وجہ ہے؟

بادشاہ نے جب درویش کی بات سنی تو مسکرا دیا اور کہنے لگا کہ میں مغرور نہیں ہوں اور نہ ہی ان لوگوں میں سے ہوں جو مسکینوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ تمہیں یہ خیال

اپنے دل سے نکال دینا چاہئے کہ تم قیامت کے دن میرے مخالف ہو گے۔ میں نے اس دنیا میں تم سے صلح کر لی اب امید ہے کہ تم بروز قیامت مجھ پر جنت کا دروازہ بند نہیں کرو گے۔
حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے صاحب اقتدار! تجھے چاہئے کہ تو بھی درویشوں کی خدمت کر اور اس صلہ کا مستحق ہو جا کہ تجھ پر جنت واجب ہو جائے گی اور جو درویشوں کی خدمت کرے گا وہی جنت کے میوہ جات کا حقدار ہوگا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک خدا ترس بادشاہ کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے کچھ درویشوں کی گفتگو سنی جو سردی میں کانپ رہے تھے اور بادشاہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس بادشاہ نے انہیں انعام و اکرام سے نوازا اور کہا کہ تم بروز قیامت مجھ پر جنت کا دروازہ بند نہیں کرو گے۔ پس یاد رہے کہ بہترین حکمران وہی ہے جو اقتدار میں رہتے ہوئے لوگوں کے مسائل سے بخوبی آگاہ ہو اور ان کے مسائل حل کرنے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرے اور اگر اللہ عز و جل نے کسی کو کسی پر حاکم بنایا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے محکوم کی اعانت کرے اور اس کی دلجوئی میں کسی قسم کی کسر نہ رہنے دے۔



اللہ عزوجل کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں ہے

ایک بوڑھا شخص صبح کے وقت بھیک مانگنے نکلا اور ایک مسجد کا کھلا دروازہ دیکھ کر اس نے صدا لگانی شروع کر دی کہ ہے کوئی جو اس بوڑھے کو خیرات دے؟ ایک شخص نے اسے دیکھا تو کہا کہ اے احمق! یہاں کوئی نہیں رہتا جو تجھے خیرات دے۔

اس بوڑھے شخص نے دریافت کیا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ وہ شخص کہنے لگا کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔ یہ سن کر اس بوڑھے پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ کہنے لگا کہ اگر یہ اللہ کا گھر ہے تو اسے چھوڑ کر آگے جانا بے وقوفی ہے اور یہاں سے خالی ہاتھ لوٹنا اس سے بھی بڑی بے وقوفی ہے۔ میں تو آج تک کبھی اللہ عزوجل کے کسی بندے کے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا تو پھر اس رب کے گھر سے خالی ہاتھ کیسے لوٹ سکتا ہوں؟ میں تو اس وقت تک صدا لگاتا رہوں گا جب تک میرا دامن مرادوں سے بھر نہیں جاتا۔

یہ کہنے کے بعد وہ بوڑھا شخص مسجد کے دروازے پر بیٹھ گیا اور ایک سال تک وہیں بیٹھا صدا لگاتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ کمزوری کا غلبہ اس پر چھانے لگا۔ ایک دن اسی حالت میں اس کا دل ڈوب رہا تھا کہ ایک شخص چراغ ہاتھ میں لئے اس کے پاس آیا اور ابھی اس بوڑھے میں زندگی کی کچھ رمت باقی تھی اور وہ خوش ہو کر کہہ رہا تھا کہ جس نے بھی تجھی کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ کبھی مایوس نہیں ہوا البتہ شرط صرف اتنی ہے کہ سوالی کا صابر و شاکر ہونا ضروری ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک بوڑھے شخص کا واقعہ بیان کرتے

ہیں جس نے مسجد کا دروازہ کھلا دیکھ کر صدا لگائی اور پھر ایک شخص نے اس سے کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے۔ اس نے سنا تو اس پر وجدانی کیفیت طاری ہو گئی اور اس نے کہا کہ پھر اس گھر کو چھوڑ کر جانا بے وقوفی ہے اور پھر وہ ایک سال تک اس مسجد کے دروازے پر بیٹھا رہا۔ ایک سال بعد اس کے پاس ایک شخص آیا تو وہ بوڑھا صدا لگا رہا تھا کہ نخی کے در سے کوئی مایوس نہیں لوٹا بس سوائی کا صابر و شاکر ہونا لازم ہے۔ پس یاد رہے کہ اللہ عز و جل کی سنت ہے کہ وہ کسی کو آزمائش کے بغیر انعام و اکرام سے نہیں نوازتا شرط صرف صابر و شاکر اور استقامت کی ہے اور داناؤں کا قول ہے کہ اللہ عز و جل کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔



حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نیکی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن یمن کے ایک شہر صنعا کے جنگلوں میں سے گزر رہے تھے کہ وہاں انہوں نے ایک بوڑھے کتے کو دیکھا جس کے تمام دانت گر چکے تھے۔ وہ کتا شکار کرنے سے معذور تھا اس لئے دوسرے جانوروں کے بچے پر گزارہ کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے اسے اکثر بھوکا رہنا پڑتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دیکھا تو اس پر بے حد ترس آیا اور جو کھانا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا اس میں سے نصف اسے کھلا دیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یہ نیکی کرنے کے بعد رونا شروع ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے جاتے تھے کہ اس وقت تو میں اس کتے سے بہتر ہوں لیکن خدا جانے کہ کل میرا حال کیا ہوگا؟ اگر میں ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوا تو اللہ عز و جل کی عنایت اور اس کی مہربانی کا مستحق ٹھہرا ہوں گا اور اگر میری رخصتی ایمان کے ساتھ نہ ہوئی تو میری حالت اس کتے سے بھی بدتر ہوگی اور اس کتے کی حالت مجھ سے بہتر ہوگی کہ یہ دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ خاصانِ خدا کی عاجزی کامیابی کی ضمانت ہے اور جنہوں نے عاجزی اختیار کی اللہ عز و جل نے ان کا مقام و مرتبہ فرشتوں سے بھی افضل کر دیا اور ایسے لوگ خود کو کتے سے بھی زیادہ حقیر خیال کرتے ہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک بوڑھے کتے کو اپنے کھانے کا نصف کھلا دیا اور اس نیکی کے بعد آپ ﷺ رونا شروع ہو گئے۔ پس یاد رہے کہ عاجزی اللہ عزوجل کو بے حد پسند ہے اور یہی کامیابی کی ضمانت ہے۔ اگر ہم اپنی عاقبت کو سنوارنا چاہتے ہیں تو ہمیں نیک اعمال کرنا ہوں گے کہ ہمیں اللہ عزوجل اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی نیک اعمال کرنے کا حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ عزوجل کے ہاں نیکوں کا اجر نیک اور بروں کا اجر برا ہے۔



گوشہ نشینوں نے خود پرکتے کے دانت اور انسانوں کے منہ بند کر دیئے

ایک بادشاہ کا برطرف وزیر درویشوں کی محفل میں آکر بیٹھ گیا اور ان درویشوں کی صحبت نے اس پر کچھ ایسا رنگ چڑھایا کہ وہ اپنی اس حالت پر مطمئن ہو گیا۔ بادشاہ کا غصہ جب ختم ہوا تو اس نے اس وزیر کو طلب کیا اور اسے دوبارہ منصب وزارت پر فائز ہونے کا کہا۔ اس وزیر نے وزارت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا مجھے تیری حکومت میں مشغول ہونے سے بہتر اپنی معزولی لگتی ہے۔

گوشہ نشینوں نے خود پرکتے کے دانت اور انسانوں کے منہ بند کر دیئے کا غد پھاڑ دیئے، قلم توڑ دیئے اور اعتراض کرنے والوں کے ہاتھ اور زبان سے بچ گئے۔ بادشاہ نے کہا کہ مجھے ایک عقل مند وزیر کی ضرورت ہے جو تو ہے اور تو ہی امور مملکت میں تدبیر سے کام لینے والا ہے۔ اس معزول وزیر نے جواب دیا کہ عقل مند وہی ہے جو ان کاموں میں مبتلا نہ ہو۔ ہر تمام پرندوں سے اس وجہ سے بہتر ہے کہ ہڈیوں پر گزارہ کر لیتا ہے لیکن کسی دوسرے پرندے کو تنگ نہیں کرتا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک وزیر کا قصہ بیان کرتے ہیں جسے بادشاہ نے برطرف کر دیا تو وہ درویشوں کی صحبت میں چلا گیا جہاں اس پر درویشی کا رنگ غالب آ گیا۔ بادشاہ نے اسے دوبارہ عہدے پر بحال کرنا چاہا تو اس نے انکار کر دیا۔ یاد

رہے کہ خوداری اور عزت نفس ایک قیمتی چیز ہے اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔ اس وزیر نے بادشاہ کو جواب دیا کہ عقل مند وہی ہے جو دنیاوی اشغال میں مبتلا نہ ہو اور اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں۔ اگر تمہاری ذات کسی کے لئے باعث نقصان ہے تو یقیناً تمہارا انجام بخیر نہ ہوگا۔



میں اپنے غلیظ باطن کی وجہ سے شرمسار ہوں

ایک بزرگ کی محفل میں تعریف کی جا رہی تھی اور ان کی خوبیاں بیان کرنے میں لوگ مبالغے سے کام لے رہے تھے۔ ان بزرگ نے جب اپنی تعریفیں سنیں تو فرمایا کہ من آنم کہ من دانم یعنی میں اپنے آپ کو خوب جانتا ہوں اور جو شخص میری خوبیاں بیان کرتا ہے وہ مجھے خوب ستاتا ہے اور تم صرف میرے ظاہر کو جانتے ہو جبکہ میرے باطن کے متعلق تمہیں کچھ علم نہیں۔ میں دنیا کی نظر میں تو اچھا ہوں مگر میں اپنے غلیظ باطن کی وجہ سے شرمسار ہوں۔ مور اپنے نقش و نگار کی وجہ سے تعریف کے لائق سمجھا جاتا ہے مگر وہ جب اپنے پاؤں دیکھتا ہے تو شرمسار ہو جاتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بزرگ کا قصہ بیان کر رہے ہیں جن کی تعریف کی جا رہی تھی تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ میں خود کو بہتر جانتا ہوں۔ پس یاد رہے کہ جو لوگ اپنی تعریف سن کر خوش نہیں میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ ان کے نفس کا دھوکہ ہے اور دوسروں کی تعریف پر فخر کرنے کی بجائے خود کو سنوارنے پر توجہ دو۔



جو برائی کا بیج بوئے اور بھلائی کی امید رکھے وہ اپنا وقت فضول برباد کر رہا ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی قبر انور پر جامع مسجد دمشق میں معتکف ہوا۔ ایک عربی بادشاہ جو کہ اپنے ظلم و ستم میں مشہور تھا وہ وہاں آیا اور نماز پڑھ کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں یوں گویا ہوا کہ فقیر و بادشاہ سب اس در کے غلام ہیں جو بڑا مال دار ہے۔ وہ بادشاہ پھر مجھ سے گویا ہوا کہ آپ بزرگ لگتے ہیں اور اللہ عزوجل سے آپ کا تعلق خاص ہے میرے لئے دعا فرمائیں کہ مجھے ایک سخت دشمن کا سامنا ہے۔ اللہ عزوجل مجھے کامیابی عطا فرمائے۔

میں نے اس سے کہا کہ تو کمزور رعایا پر ظلم کرتا ہے اگر تو کمزور رعایا پر رحم کرے تو پھر تجھے طاقتور سے طاقتور دشمن بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ طاقتور بچے سے مسکین کا بچہ توڑنا سنگین غلطی ہے اور جو گرے ہوؤں پر رحم نہیں کرتا وہ اس دن سے ڈرے جب وہ خود گرے گا پھر اسے اٹھانے والا کوئی نہیں ہوگا۔ جو برائی کا بیج بوئے اور بھلائی کی امید رکھے وہ اپنا وقت فضول برباد کر رہا ہے۔

کان کھول کر سن، مخلوق سے انصاف کر اور اگر آج تو نے انصاف نہ کیا تو قیامت کے دن تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا جائے گا۔ انسان ایک دوسرے کے اعضاء ہیں کیونکہ وہ اصل میں ایک ہی ہیں۔ ایک عضو تکلیف میں ہو تو سارے جسم میں تکلیف ہوتی ہے۔ اگر تو دوسروں کی تکلیف سے لاپرواہ ہے تو تو اس قابل نہیں کہ تجھے انسان کہا جائے۔ بے شک

ظالم کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ دمشق میں حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی قبر پر معتکف تھے تو ایک عربی بادشاہ جو اپنے ظلم و ستم میں مشہور تھا اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تو ظالم ہے اور رعایا پر ظلم کرتا ہے۔ تو برائی کا بیج بو کر بھلائی کی امید رکھتا ہے۔ اگر تو انصاف سے کام لے گا تو کل تجھ سے بھی انصاف کیا جائے گا۔ پس یاد رکھو کہ ظالم جو آج طاقتور ہو کر ظلم کے بازار گرم کر رہے ہیں کل جب اللہ عز و جل انہیں اپنی گرفت میں لے گا تو پھر ان کو بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ ابھی بھی وقت ہے کہ وہ توبہ کریں اور مظلوموں کی اعانت کریں۔



مخلوق کی تکلیف کو دور کرنے کا انعام

ایک شخص نے جند کے امیر کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت عمدہ حالت میں ہے اور جنت کے باغوں میں سیر کر رہا ہے۔ اس شخص نے اس امیر سے اس مقام کے متعلق دریافت کیا تو اس امیر نے جواب دیا کہ مجھے اپنی اور تو کوئی نیکی یاد نہیں بجز اس کے کہ میں نے ایک مرتبہ ایک یتیم کے پیر سے کانٹا نکالا تھا۔ اللہ عز و جل کو میری وہ نیکی پسند آگئی اور میری وہ نیکی بارگاہ الہی میں مقبول ہوگئی جس کے باعث مجھے یہ مقام عطا کیا گیا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں جند کے امیر کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ جو ایک یتیم کے پیر سے کانٹا نکالنے کی وجہ سے مرنے کے بعد جنت میں داخل کر دیا گیا۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی مخلوق کی تکلیف کو محسوس کریں اور اگر ہم ان کی تکلیف کو رفع کرنے کی قدرت رکھتے ہیں تو اسے اس تکلیف سے نجات دلائیں۔ اپنی کسی ادنیٰ سی بھی نیکی کو معمولی نہ جانیں کہ شاید یہی نیکی بارگاہ الہی میں مقبول ہو اور ہماری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔



کسان کی تلخ دار باتیں

ملک غور کا بادشاہ نہایت ظالم اور لالچی تھا۔ وہ غریب کسانوں کے گدھے بیگار میں پکڑوا لیتا اور ان غریبوں کو ان کے سہارے سے ہمیشہ کے لئے محروم کر دیتا تھا۔ ان گدھوں کو موت ہی مشقت سے نجات دلاتی تھی۔

ایک مرتبہ یہ ظالم بادشاہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ شکار کے لئے گیا تو ان سے بچھڑ گیا۔ یہ ظالم بادشاہ بھٹکتا ہوا ایک گاؤں میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک کسان اپنے موٹے تازے گدھے کی ٹانگ توڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔

اس کسان کا تعلق کرد قبیلہ سے تھا اور شکل و صورت سے وہ کوئی معزز دکھائی دیتا تھا۔ بادشاہ نے اس کی اس حرکت پر حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے دریافت کیا کہ تو اس گدھے پر یہ ظلم کیوں کر رہا ہے؟

کسان نے جواب دیا کہ کیا تو نے حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ نہیں سنا کہ انہوں نے کشتی کے تختے اکھیر دیئے تھے۔ بادشاہ بولا کہ سنا تو ہے لیکن اس کا گدھے کی ٹانگ توڑنے سے کیا تعلق؟

کسان نے کہا کہ ہمارے ملک کا بادشاہ بہت ظالم ہے اور وہ گدھے بیگار کے لئے پکڑ رہا ہے۔ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے اس کشتی کے تختے اکھیر کر اسے عیب دار بنا دیا تھا اسی طرح میں اپنے گدھے کو عیب دار بنا رہا ہوں۔

پھر اس کسان نے بادشاہ کی خوب برائیاں کیں اور اسے علم نہ تھا کہ اس کے سامنے جو شخص کھڑا ہے وہی بادشاہ ہے۔ بادشاہ کو اس کسان پر بہت غصہ آیا مگر وہ صرف اس

وجہ سے خاموش رہا کہ اس وقت وہ تنہا تھا۔ اگلے دن جب بادشاہ کے سپاہی اسے تلاش کرتے ہوئے اس گاؤں پہنچ گئے۔

بادشاہ جب کھانے سے فارغ ہوا تو اسے کسان کا خیال آیا اس نے اپنے سپاہی بھیج کر اس کسان کو گرفتار کروادیا۔ کسان کو معلوم ہوا کہ وہ جس کے سامنے بادشاہ کی برائیاں کرتا رہا وہ بادشاہ خود تھا تو وہ جان گیا کہ اب اس کی جان بچنا مشکل ہے لیکن موت کے خوف سے وہ ہراساں نہ ہوا بلکہ اس یقین نے اس کے اندر مزید جرأت پیدا کر دی۔

کسان نے سوچا کہ اب جب مرنا ہی ہے تو کیوں نے اس ظالم کو مزید سناؤں۔ اس نے بے خوف ہو کر بادشاہ سے کہا کہ تیرے خوشامدی وزیروں نے تجھے تیرے متعلق جو کچھ بتایا ہے وہ درست نہیں اور پورا ملک تیری اس خود غرضی اور ظلم کی وجہ سے پریشان ہے اور ہر شخص تیرا ذکر برے الفاظ میں کرتا ہے۔ اس کسان کی باتیں اگرچہ تلخ تھیں لیکن چونکہ وہ سچی تھیں اس لئے بادشاہ پر ان کا بے حد اثر ہوا اور اس کے دماغ سے بربریت کا بھوت اتر گیا اور اس نے اسی وقت توبہ کی اور اس کسان کو انعام و اکرام سے نوازا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک کسان کی تلخ دار باتیں بیان کر رہے ہیں جو اس نے بادشاہ وقت سے کیں۔ بادشاہ نے اس کی اس بے ادبی پر اسے قتل کرنے کا حکم جاری کیا۔ کسان نے سوچا کہ اس نے مرنا ہی ہے تو اس نے بے خوف ہو کر بادشاہ سے کہا کہ تیرے خوشامدی وزیری تجھے سب اچھا بتاتے ہیں میری باتیں اگرچہ تلخ ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ تو ملک کا انتظام و انصرام درست نہیں چلا رہا۔ بادشاہ کو کسان کی باتوں کا اثر ہوا اور اس نے توبہ کی کہ وہ آئندہ عوام الناس کی فلاح و بہبود کے کام کرے گا۔ پس حق بات کہتے ہوئے کسی قسم کا خوف محسوس نہیں کرنا چاہیے۔



اگر مخلوق کی جانب سے کوئی تکلیف آئے

تو پریشان نہ ہو

ایران کے ایک شہر نیشاپور اور افغانستان کے ایک شہر ہرات کے درمیان ایک علاقہ تھا جہاں کے بادشاہ کو اپنے ایک وزیر جو کہ شریف النفس اور ظاہر و باطن میں بادشاہ کا خیر خواہ تھا اس کی کوئی حرکت اچھی نہ لگی۔

بادشاہ نے اس وزیر کو جرمانہ کیا اور اسے سزا بھی دی۔ بادشاہ کے تمام وزیر اور مشیر اس وزیر کے متعلق جانتے تھے اور اس کے احسانات سے بھی واقف تھے اس کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ کرتے رہے اور اسے سزا تو دور کی بات کبھی جھڑکا بھی نہیں۔ اگر دشمن سے صلح کرنا چاہتے ہو تو کبھی پیٹھ کے پیچھے وہ برائی بھی کرے تو اس کے سامنے اس کی تعریف کرو اور اگر وہ کڑوی بات منہ سے نکالتا ہے جس کا نقصان بھی ہے اور تم اس کی وہ کڑوی بات سننا نہیں چاہتے تو اس کے منہ کو اپنی بات سے میٹھا کر دو۔

بادشاہ کی جانب سے لگائے گئے کچھ الزامات سے وہ وزیر بری ہو گیا مگر کچھ الزامات ابھی ایسے تھے جن کی سزا اسے دی گئی اور اسے قید خانے میں قید کر دیا گیا۔ اس وزیر کو کسی دوسرے ملک کے بادشاہ نے غصہ خط لکھا کہ تیرے ملک کے بادشاہ نے تیری قدر نہ کی اگر تو بہتر جانے تو ہماری جانب دیکھ ہم تجھے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے اور وہ عزت دیں گے جس کا تو حقدار ہے۔ ہم تیری آمد کے منتظر ہیں اور ہمیں اس خط کا جواب جلدی دینا۔

وزیر نے وہ خط پڑھا تو اسے خطرے کا احساس ہوا۔ اس نے کاغذ کی پشت پر مختصر جواب لکھ کر وہ خط لانے والے کے خط واپس بھیج دیا کہ اگر اس خط کے متعلق بادشاہ کو علم ہو گیا تو کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو۔

متعلقین میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی خبر بادشاہ کو کر دی کہ اس وزیر نے دوسرے ممالک کے بادشاہوں سے خط و کتابت شروع کر دی ہے۔

بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس نے انکوائری شروع کر وادی۔ ان قاصدوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا جو وہ خط لے کر آئے تھے۔ جب اس خط اور وزیر کے جواب کو پڑھا گیا تو وزیر کا جواب لکھا تھا کہ آپ کا حسن ظن میری حیثیت سے زیادہ ہو گیا ہے میرے لئے آپ کی اس پیش کش کو قبول کرنا ممکن نہیں کیونکہ میں ساری زندگی اسی بادشاہ کے ٹکڑوں پر پلا ہوں اگر ان کے دل میں میرے لئے کوئی معمولی رنجش بھی پیدا ہو گئی ہے تو میں ان کی گذشتہ تمام نعمتوں کو کیسے بھلا سکتا ہوں اور ان سے کس طرح اتنی بڑی بے وفائی کر سکتا ہوں؟ جو ساری زندگی مجھ پر مہربان رہا اگر وہ مجھ پر سخت ہو بھی گیا تو کوئی بات نہیں۔

بادشاہ نے جب اس وزیر کا جواب پڑھا تو بہت خوش ہوا اور اسے قید خانے سے رہائی دلو کر انعام و اکرام سے نوازا اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تیرے ساتھ خواہ مخواہ ظلم کیا۔

وزیر نے کہا کہ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں تھا میری قسمت میں ایسا ہی لکھا تھا کہ مجھے کچھ تکلیف پہنچے۔ یہ اچھا ہے کہ وہ تکلیف آپ کے ذریعہ سے آئی اور آپ کے مجھ پر احسانات بے شمار ہیں۔

داناؤں کا قول ہے کہ اگر مخلوق کی جانب سے کوئی تکلیف آئے تو پریشان نہ ہو اس لئے کہ مخلوق سے راحت نہیں پہنچتی۔ دشمن اور دوست کا فرق اللہ سے جانو کیونکہ دونوں کے دلوں سے اللہ واقف ہے۔ تیرا اگرچہ مکان ہے مگر عقل مندا سے چلانے والے کی جانب ہی سمجھے گا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک وزیر کا قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بادشاہ وقت ناراض ہو گیا اور اسے قید خانے میں ڈال دیا۔ ایک دوسرے ملک کے بادشاہ نے اس وزیر کو خط لکھا کہ وہ اس کی قدر کرتے ہیں اور اگر وہ اس خط کا جواب مثبت دے تو وہ اس کی رہائی کے لئے کچھ کر سکتا ہے۔ وزیر نے اس بادشاہ کو انکار کر دیا۔ جب اس کے اپنے بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے اس وزیر سے اس خط کے متعلق پوچھا تو وزیر نے کہا کہ وہ اس کے ٹکڑوں پر پلا ہے وہ نمک حرامی نہیں کر سکتا اگر اس کی جانب سے اسے کوئی تکلیف بھی آئی ہے تو وہ اسے ہنسی خوشی برداشت کر لے گا۔ بادشاہ اس کی بات سے خوش ہوا اور اسے قید خانے سے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ پس یاد رکھو کہ جس سے تمہیں آرام مہیا آئے اگر اس کی جانب سے کچھ تکلیف بھی آجائے تو تم صبر کرو کہ اس کے احسانات کا بدلہ یہی ہے۔ اللہ عز و جل صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور جب وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو ان میں سے کچھ کے واپس لینے پر تم صبر کرو کہ ہو سکتا ہے یہ تمہاری آزمائش ہو اور اس آزمائش پر صبر کرنے کی وجہ سے تم کسی بڑے انعام کے حقدار بن جاؤ۔



زبان سرتاپاؤں آگ ہے

ایک مرتبہ ایک جذباتی شخص کا کسی سے جھگڑا ہو گیا اور وہ اول فول بکنے لگا۔ اس کا مقابل غصہ میں آ گیا اور اس نے اسے خوب مارا اور اس کے کپڑے پھاڑ دیئے۔ اس جذباتی شخص کی یہ حالت دیکھ کر ایک دانا شخص نے کہا کہ اگر تو عقل سے کام لیتا اور اپنی زبان پر قابو رکھتا تو تیرا یہ حال ہرگز نہ ہوتا۔ اگر تو غصے کی مانند اپنا منہ بند رکھتا تو پھول کی طرح تار تار نہ ہوتا۔ پس یاد رکھو کہ ایک جاہل اور گھبرایا ہوا شخص ہی اپنی شیخی کی بدولت نقصان اٹھاتا ہے۔ سب جانتے ہیں کہ زبان سرتاپاؤں آگ ہے اور یہ بھڑکتی ہے، چمکتی ہے اور لپکتی ہے۔ پانی کی تھوڑی سی مقدار اس آگ کو بجھانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک جذباتی بد زبان شخص کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے اپنی بد زبانی کی وجہ سے مار کھائی۔ پس یاد رکھو کہ زبان سرتاپاؤں آگ ہے اور اس کی حفاظت کرو۔ داناؤں کا قول ہے کہ کم بولنا دانائی کی علامت ہے۔ غصہ پر قابو رکھنے والا انسان کامیاب ہے اور اسلاف کا یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ کم بولتے تھے اور غصہ آنے پر اپنے جذبات پر قابو رکھتے تھے اور غصہ کا اظہار نہ کرتے تھے۔



حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی کسر نفسی

ایک سال دریائے نیل میں پانی کم تھا جس سے مصریوں کی زمینیں سیراب نہ ہو سکیں۔ اس سال بارشیں بھی معمول کے مطابق نہ ہوئیں اور قحط کے آثار پیدا ہو گئے۔ لوگوں نے جب قحط کی صورتحال دیکھی تو دعائیں مانگنا شروع کر دیں۔ ان لوگوں میں سے کچھ لوگ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے دعا کی درخواست کی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دعا کریں کہ اللہ عز و جل ہم پر بارش برسا دے وگرنہ مخلوق خدا کی ہلاکت کا خطرہ پیدا ہو چکا ہے۔

جب یہ لوگ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے روانہ ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سامان سفر باندھا اور مصر سے نکل کر بدین چلے گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جاتے ہی مصر میں خوب بارش ہوئی اور قحط سالی کا خطرہ ختم ہو گیا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بیس دن بدین میں قیام کرنے کے بعد واپس مصر لوٹ آئے۔ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے وجہ دریافت کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے چرند و پرند کا رزق بھی کم ہو جاتا ہے۔ میں نے تمہاری بات کے بعد یہ خیال کیا کہ اس وقت مصر میں مجھ سے زیادہ گناہ گار اور کوئی نہیں ہے چنانچہ میں یہاں سے چلا گیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کسر نفسی کی وجہ سے ہے اور خاکسار بن کر ہی انسان سرفراز ہوتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے دریائے نیل میں کم پانی کی شکایت کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ شہر سے روانہ ہو گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے بعد شہر میں خوب بارش ہوئی اور پانی کی کمی کی شکایت جاتی رہی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے جب وجہ دریافت کی گئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسر نفسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان کا رزق کم ہو جاتا ہے اور اس وقت میں نے خود سے زیادہ کسی کو گناہ گار نہ جانا۔ پس یاد رکھو کہ اگر انسان خود کو حقیر جانے لگا تو اللہ عز و جل اسے بلند مرتبہ عطا فرمائے گا اور پھل ہمیشہ جھکی ہوئی شاخوں پر لگتا ہے۔



اہل دنیا کی تکالیف پر صبر کرنے کا انعام

ایک بادشاہ اپنے لشکر کے ہمراہ سفر میں تھا۔ ایک رات جب اس لشکر نے پڑاؤ کیا تو اس بادشاہ کے بیٹے کے تاج میں سے ایک لعل گر گیا۔

بادشاہ کو جب لعل کی گمشدگی کے متعلق علم ہوا تو اس نے بیٹے کو بلا کر کہا کہ تو اس وقت تک اپنے لعل کو تلاش نہیں کر سکے گا جب تک تو ایک ایک پتھر کو خوب توجہ سے نہ دیکھ لے گا۔

اے بیٹے! آوارہ اور بدچلن لوگوں میں نیک لوگوں ایسے ہوتے ہیں جس طرح پتھروں میں لعل۔ لعل کو پتھر پر کھنے اور جانچنے کے بعد ہی تلاش کیا جاسکتا ہے۔ تم اپنی دانست میں جسے حقیر جانتے ہو ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ عز و جل کی نگاہ میں تمہارے سے زیادہ معزز و بلند مرتبہ ہو۔

اے بیٹے! بہت سے مصیبت میں مبتلا لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دنیا والوں کی تکالیف برداشت کرتے ہیں مگر وہ جنت میں لباسِ فاخرہ زیب تن کئے ہوئے ہوں گے۔ پس اگر تو عقل رکھتا ہے تو اس کا بھی ادب کر جو قید خانے میں قید ہے کہ ہو سکتا ہے کہ کل کو یہ کسی منصب پر فائز ہو۔ اگر تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو تو بھی اس کی مہربانیوں کا مستحق ہو جائے گا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کے بیٹے کے لعل کے گم ہونے کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو اس وقت اس لعل کو تلاش

نہیں کر سکتا جب تک تو ہر پتھر کو خوب اچھی طرح نہ جانچ لے۔ پھر اس نے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آوارہ اور بدچلن لوگ، نیک لوگوں میں ایسے ہی ہوتے ہیں جس طرح پتھروں میں لعل۔ تم جسے حقیر جانتے ہو، ہو سکتا ہے وہ اللہ عز و جل کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ پس اہل کو تلاش کرو اور اپنے سے کم تر کو حقیر نہ جانو۔ جو قید خانے میں قید ہے ہو سکتا ہے وہ کل کسی منصب پر فائز ہو تم اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو تا کہ کل تم اس کی مہربانیوں کے حقدار بن سکو۔



ظاہری حسن عارضی ہے

ایک بادشاہ کے تمام بیٹے ماسوائے ایک کے سب حسن و جمال میں بے مثل تھے اور اپنے حسن پر نازاں تھے۔ بادشاہ کا جو بیٹا بد صورت تھا اس کا قد بھی چھوٹا تھا۔

ایک دن بادشاہ نے اپنے اس چھوٹے قد کے بیٹے کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ بیٹا اپنی دانائی اور عقل کی بناء پر سمجھ گیا کہ باپ نے اسے حقارت سے دیکھا ہے۔ اس نے باپ سے پوچھا کہ بابا جان! گستاخی کی معافی چاہتا ہوں مگر چھوٹے قد والا بد صورت اگر عقل مند ہو تو وہ حسن و جمال اور دراز قد والے سے بہتر ہوتا ہے۔ کیا یہ درست نہیں کہ کبھی چھوٹی شے کی قیمت بڑی سے بہتر ہوتی ہے جیسے بکری چھوٹی ہے مگر وہ پاک ہے اور ہاتھی بڑا ہوتا ہے پھر بھی مردار و ناپاک ہے۔ کوہ طور زمین کے دیگر پہاڑوں سے چھوٹا ہے مگر اس کی قدر و قیمت اللہ عز و جل کے نزدیک دیگر بڑے اور قوی پہاڑوں سے زیادہ ہے اور کیا آپ نے سنا نہیں کہ ایک کمزور مگر عقل مند شخص نے ایک موٹے بے وقوف شخص سے کیا کہا؟ اس نے کہا کہ عربی گھوڑا اگرچہ کمزور ہی ہو مگر پھر بھی تمام گدھوں سے زیادہ شان و مرتبہ والا ہوتا ہے۔

بادشاہ نے اس کی باتیں سنیں تو خنس پڑا اور خوش ہو گیا جبکہ دیگر بھائیوں کو اس کی باتوں سے صدمہ پہنچا۔ اس لئے کہتے ہیں کہ جب تک بندہ بولتا نہیں اس کے عیب اور خوبیاں پوشیدہ رہتی ہیں اور ہر جھاڑی کے متعلق یہ خیال کرنا کہ شاید وہ خالی ہو حالانکہ اس میں خطرناک جانور بھی چھپا ہو سکتا ہے۔

پھر اس بادشاہ پر اس کے کسی دشمن نے چڑھائی کر دی پھر جو شخص سب سے پہلے

میدان جنگ میں اتر اوہ اسی بادشاہ کا بد صورت اور چھوٹے قد کا بیٹا تھا۔ وہ دشمن کو لاکارتے ہوئے بولا کہ میں لڑائی کے موقع پر پیٹھ پھیر کر بھاگنے والا نہیں ہوں۔ تم مجھے لڑائی کے وقت خاک و خون میں لتھڑا دیکھو گے کیونکہ لڑائی کے دن جو لڑتا ہے وہ اپنے خون سے کھیلتا ہے اور لڑائی کے وقت میدان جنگ سے بھاگنے والا پورے لشکر کے خون کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ دشمنوں پر جھپٹ پڑا اور ان کے کئی سو رماؤں کو قتل کر کے اپنے باپ کے پاس واپس لوٹا اور باپ کے قدم چوم کر عرض کرنے لگا کہ ابا جان! آپ نے میرے کمزور جسم کو میری کمزوری سمجھا اور موٹاپے کو حسن خیال کیا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پتلی کمر والا گھوڑا لڑائی میں جو کام کرتا ہے وہ کام موٹا تازہ بیل بھی نہیں کر سکتا۔

دشمن کے سپاہی تعداد میں زیادہ تھے جبکہ اس بادشاہ کا لشکر تعداد میں کم تھا۔ اس کے لشکر نے دشمن کی زیادہ تعداد کی وجہ سے بھاگنے کی کوشش کی تو اس چھوٹے قد اور بد صورت شہزادے نے نعرہ بلند کیا اور کہا کہ اے بہادر و! عورتوں کی طرح بھاگنا مردوں کا کام نہیں تم مرد بنو اور اپنے دشمن کے سامنے ڈٹ جاؤ اور دشمن کو مارو یا خود مر جاؤ۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ اس کے لشکر کا حوصلہ بڑھ گیا اور اس نے ایک ہی حملے میں اپنے دشمن کے ہوش اڑا دیے اور فتح ان کا مقدر بن گئی۔

بادشاہ نے اپنے اس بیٹے کا منہ چوما اور اس کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور اس سے بغلگیر ہوا اور پھر اس کی توجہ اپنے اس بیٹے پر زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ اسے اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ اب اس کے بھائیوں نے اس سے حسد کرنا شروع کر دیا اور اس کو کھانے میں زہر دے کر اسے مارنا چاہا۔ جب کھانا اس کے سامنے آیا تو اس کی بہن جو اپنے دوسرے بھائیوں کو زہر ملاتا ہوا دیکھ چکی تھی اس نے کھڑکی سے جھانک کر زور سے کھڑکی کو پیٹا اور وہ بد صورت شہزادہ اپنی ذہانت کی وجہ سے سمجھ گیا کہ کھانے میں کوئی چیز ملائی گئی ہے اس نے وہ کھانا نہیں کھایا اور کہا کہ کیا یہ بہتر ہے کہ عقل مند مرجائیں اور بے وقوف ان کی جگہ پر آجائیں۔

ہاں اگرچہ ایک پرندہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کا سایہ جس کے

بھی سر پر پڑ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے وہ اگر اس دنیا سے ختم بھی ہو جائے تو پھر الوجود کہ
نحوست کی علامت کے سایہ میں بھی آنا کوئی پسند نہیں کرے گا۔

بادشاہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے تمام شر پسند بیٹوں کو بلایا اور ان کو سزا
دی اور اپنے ملک کو اپنے تمام بیٹوں میں تقسیم کر کے اس فتنے کا سد باب کیا تا کہ یہ فتنہ ختم ہو
اور یوں یہ جھگڑا ختم ہوا۔ مثل مشہور ہے کہ دس فقیر ایک کمر میں سما سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ
ایک ملک میں ہرگز نہیں سما سکتے۔ اللہ عزوجل کا نیک بندہ اگر آدمی روئی کھالے تو باقی آدمی
مسکینوں میں تقسیم کر دیتا ہے لیکن بادشاہ اگر ایک ملک پر قبضہ کر لے تو اسے دوسرے ملک پر
قبضہ کرنے کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کے بد صورت بیٹے کو ذکر
بیان کرتے ہیں کہ بادشاہ اول اس سے نالاں تھا پھر جب اس نے اس کی دانائی کی باتیں
سنیں تو اس کا قائل ہو گیا مگر اس کے دیگر بھائی اس سے حسد کرتے رہے۔ پھر جب اس
ملک پر دوسرے ملک کی فوجوں نے حملہ کیا تو سب سے پہلے وہی بد صورت شہزادہ میدان
جنگ میں اتر ا اور اس نے ان فوجوں کو شکست فاش سے دو چار کیا۔ پھر بادشاہ نے جب اس
کو اپنا جانشین مقرر کیا تو اس کے بھائیوں نے حسد کی بناء پر اسے قتل کا ارادہ کیا مگر وہ اپنے
اس ارادے میں ناکام رہے۔ پس یاد رکھو کہ ظاہری حسن پر فخر کرنا جاہلوں کا شیوہ ہے اور یہ
عارضی ہے۔ کسی کو حقیر نہ جانو کہ وہ بھی اللہ عزوجل کی مخلوق ہے۔



خاموشی ایک اسی شے ہر جو تیری جہالت کو چھپاتی ہے

مصر کی ایک بستی میں ایک گوڈری پوش فقیر رہتا تھا اور وہ کسی سے کوئی بات نہ کرتا تھا۔ اس کی یہ خاموشی دیگر لوگوں کے لئے اس کی بزرگی کی دلیل بن گئی تھی اور لوگ اسے اللہ عزوجل کا نیک بندہ جان کر ہر وقت پروانوں کی طرح اس کے گرد منڈلاتے رہتے تھے۔ اس شخص کی شامت اعمال دیکھئے کہ ایک دن اس کے دل میں خیال آیا کہ یہ جو اتنی مخلوق میرے گرد جمع ہوتی ہے یہ سب میرے صاحب کمال ہونے کی وجہ سے ہے اور مجھے چاہئے کہ میں ان سب پر اپنے کمال ظاہر کروں اگر میں اسی طرح خاموش رہا تو یہ لوگ کیسے جان سکیں گے کہ میں کتنا عالی مرتبت بزرگ ہوں؟

یہ خیال آتے ہی اس شخص نے اپنی خاموشی توڑ دی اور آنے والے عقیدت مندوں سے گفتگو کرنا شروع کر دی۔ اگر وہ واقعی میں صاحب کمال ہوتا تو اس کی حکمت و دانائی کی باتوں سے لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے عقیدت زیادہ ہو جاتی لیکن وہ تو جاہل تھا اس لئے جب اس نے لوگوں سے الٹی سیدھی باتیں کیں تو لوگ اس سے متنفر ہونا شروع ہو گئے اور اس کے پاس آنا چھوڑ دیا اور لوگوں کی اس سے عقیدت ختم ہو گئی۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اے عقل مند! خاموشی تیرے لئے باعث عزت ہے اور یہ ایسا وصف ہے جو تیری جہالت کو چھپاتا ہے۔ پس تجھ پر لازم ہے کہ تو بغیر ضرورت کے اور بغیر سوچے سمجھے گفتگو نہ کرے کہ تیرے عیوب

دوسروں پر ظاہر ہوں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کا قصہ بیان کرتے ہیں جو اول تو خاموش رہتا تھا اور لوگ اس کی اس خاموشی کی بدولت اسے درویش جانتے تھے۔ پھر اس نے غرور کیا اور لوگوں کے اس ہجوم کو اپنا کمال جانا۔ پھر جب اس نے چپ کا روزہ توڑا اور گفتگو کی تو لوگوں نے اس کی گفتگو سے اندازہ لگایا کہ یہ جاہل ہے اور اگر وہ واقعی درویش ہوتا تو یقیناً حکمت و دانائی کی باتیں کرتا اور لوگوں کے اس ہجوم کو اپنا کمال جاننے کی بجائے اللہ عز و جل کی عطا جانتا۔ پس خاموش رہنا تمام بھلائیوں کی جڑ ہے اور دانائوں کا قول ہے کہ جو شخص کم سوتا، کم کھاتا اور کم بولتا ہے وہ بے شمار برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ خاموشی ایک اسی شے ہر جو تیری جہالت کو چھپاتی ہے۔



نفس امارہ کی پیروی مناسب نہیں

یہ ذلیل و رسوا کر دیتا ہے

ایک نیک اور متقی شخص بخار میں مبتلا ہو گیا۔ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ وہ فلاں شخص سے جس کے پاس عمدہ گل قند ہے تھوڑا سا مانگ لے۔ اس نیک اور متقی شخص نے جواب دیا کہ بھائی! میں ایسے بد اخلاق اور تلخ شخص سے کوئی چیز کیسے مانگ سکتا ہوں؟ اس کے لہجے کی ترشی برداشت کرنے سے تو بہتر ہے کہ انسان موت کی تلخی برداشت کر لے۔ عقل مند شخص اس کے ہاتھوں شکر کھانا بھی پسند نہیں کرتا جو غرور و تکبر میں مبتلا ہو اور نفس امارہ انسان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے پس اس کی پیروی مناسب نہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نیک شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں جو بیمار ہو گیا تو اسے کسی نے ایک بد اخلاق شخص کے پاس گل قند مانگ کر کھانے کو کہا۔ اس شخص نے کہا کہ میں اس بد اخلاقی کی بد اخلاقی کیسے برداشت کر سکتا ہوں؟ نفس امارہ کی پیروی مناسب نہیں یہ ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ کسی بد اخلاق اور کمینے شخص کا احسان لینے سے بہتر ہے کہ انسان تحمل سے کام لے۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتش پرست

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت تک کھانا نہ کھاتے تھے جب تک ان کے ساتھ کھانے میں کوئی مہمان شامل نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک ہفتے تک کوئی مہمان آپ علیہ السلام کے گھر نہ آیا۔ آپ علیہ السلام مہمان کی تلاش میں خود بھی کئی مرتبہ گھر سے باہر تشریف لے گئے تاکہ اگر کوئی مسافر بھی مل جائے تو اسے اپنے گھر لے آئیں اور کھانے میں شریک کریں۔

ایک ہفتے کے اس فاقے نے آپ علیہ السلام کو بھی بے حد کمزور کر دیا تھا۔ بالآخر آپ علیہ السلام کو ایک ہفتے کے بعد ایک بیمار اور کمزور بوڑھا شخص مل گیا جو بھوک سے بے حال تھا۔ آپ علیہ السلام نے اسے کھانے کی دعوت دی تو وہ آپ علیہ السلام کے ساتھ بخوشی گھر چلا آیا۔ آپ علیہ السلام نے اسے نہایت عزت و احترام کے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا اور اس کے آگے کھانا رکھا۔ جب کھانا شروع ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حسب معمول بسم اللہ شریف پڑھی اور کھانا شروع کیا جبکہ اس بوڑھے نے بسم اللہ نہ پڑھی۔ آپ علیہ السلام نے حیرانگی سے اس بوڑھے سے دریافت کیا کہ تم نے کھانا شروع کرنے سے قبل بسم اللہ کیوں نہ پڑھی؟ اس نے کہا کہ میں مسلمان نہیں بلکہ آتش پرست ہوں۔ آپ علیہ السلام نے جب اس بوڑھے کا جواب سنا تو اسے دسترخوان سے اٹھا دیا اور دل میں افسوس کرنے لگے کہ میں نے ایک غیر مسلم کو اپنے دسترخوان پر بٹھایا اور اپنا مہمان بنایا۔

اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب وحی نازل کی اور فرمایا کہ اے خلیل (علیہ السلام) اہم جانتے ہیں کہ یہ ہماری بجائے آگ کو اپنا رب جانتا ہے اور اسی کے

آگے سر جھکاتا ہے لیکن ہم اس کے باوجود اسے سو سال سے رزق پہنچا رہے ہیں۔ تو اس کی بات سن کر اسے ایک وقت کا کھانا بھی نہ کھلا بسکا اور اسے اپنے دسترخوان سے اٹھا دیا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادتِ کریمہ کا بیان کر رہے ہیں کہ آپ علیہ السلام اس وقت تک کھانا نہ کھاتے تھے جب تک دسترخوان پر کوئی مہمان موجود نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کو کئی دن مہمان کے انتظار کی وجہ سے فاقے کرنے پڑے۔ پھر ایک آتش پرست آپ علیہ السلام کا مہمان ہوا۔ آپ علیہ السلام کو علم ہوا کہ وہ آتش پرست ہے تو آپ علیہ السلام کو افسوس ہوا۔ اللہ عز و جل نے آپ علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی کہ میں مسلمان اور کافر کی تفریق کے بغیر رزق پہنچاتا ہوں اور تم ایک آتش پرست کو کھانا کھلانے میں عار محسوس کرتے ہو۔ پس یاد رکھو کہ نیکی کا تعلق کسی مذہب سے نہیں ہے اور نیک کام کا اجر اللہ عز و جل کی جانب سے ہے۔



بادشاہ کا روزہ

ایک شخص کے رزق کا انحصار بادشاہ وقت کی سخاوت پر موقوف تھا۔ وہ شاہی باورچی خانے چلا جاتا اور وہاں سے اپنی ضرورت کے مطابق کھانا لے آتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی نے اسے کھانا لانے کو کہا تو اس نے کہا کہ آج ہمیں کھانا نہیں ملے گا کیونکہ بادشاہ نے روزہ رکھا ہوا ہے اور آج شاہی باورچی خانہ بند رہے گا۔

بیوی افسردہ ہو گئی اور کہنے لگی کہ کیا بادشاہ کے روزے کی وجہ سے آج ہمارے بچے بھوکے رہیں گے۔ ایسے روزہ رکھنے سے تو بہتر ہے کہ وہ روزہ نہ رکھتا اور ہمارے بچے بھوک کی شدت سے پریشان نہ ہوتے۔ روزہ رکھنا اسے زیادہ دیتا ہے جس کے دسترخوان سے صبح شام غرباء و مساکین کھانا کھاتے ہوں۔ اپنی محنت کے ذریعے دوسروں کو فیض پہنچانے والا دنیا دار اس روزہ دار سے افضل ہے جس سے دوسروں کو فیض نہ پہنچے۔

اگر تمہاری ذات سے کسی کو فائدہ نہیں پہنچتا تو پھر تیرا روزہ رکھنا کس کام کا ہوا؟ دوپہر کے کھانا کو بچا کر رکھ لینا اور پھر بعد میں اسے خود ہی کھا لینا کوئی بات نہیں اور روزے کا اصل مفہوم یہ ہی ہے کہ دوسروں کو اپنی ذات سے نفع پہنچایا جائے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک بادشاہ کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ جس کی سخاوت کی بدولت ایک شخص کے رزق کا انحصار اس کی عطا پر تھا۔ پھر ایک مرتبہ وہ کھانا لینے شاہی باورچی خانے میں گیا تو اسے علم ہوا کہ آج کچھ نہیں پکایا گیا کیونکہ بادشاہ نے روزہ رکھا۔ پھر اس بادشاہ کے روزے کی وجہ سے اس شخص کے بیوی بچوں کو بھوکا رہنا

پڑا۔ پس اگر تمہاری ذات کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی تو پھر ایسے روزے کا کیا فائدہ؟ روزہ کا اصل مفہوم یہ ہی ہے کہ تم سے کسی کی ذات کو نقصان نہ پہنچے۔ تم اپنی نفسانی خواہشات سے دور رہو اور اگر تم ایسا نہیں کر سکتے تو پھر تم روزہ رکھنے کی مشقت کیوں برداشت کرتے ہو۔ روزہ بذات خود ایک بھلائی ہے اور روزہ کا اصل مفہوم سمجھنے والا بھلائی کا پر تو ہے۔



جس نے دنیا زیادہ دیکھی ہو

وہ جھوٹ بھی زیادہ بولتا ہے

ایک شخص نے مکاری کرتے ہوئے اپنے بال گوندھ لئے اور ظاہر کرنے لگا جیسے وہ علوی ہو اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہے۔ پھر وہ حاجیوں کے ایک قافلے میں شامل ہو کر شہر میں داخل ہوا تاکہ لوگ اسے حاجی سمجھیں۔ اس نے ایک عمدہ قصیدہ بادشاہ کی شان میں لکھا اور دعویٰ کیا کہ یہ قصیدہ اس کا ہے اس سے لوگ جان لیں کہ وہ ایک شاعر بھی ہے۔

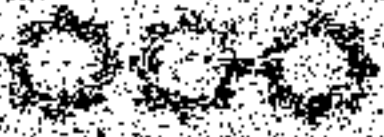
بادشاہ نے اس کا قصیدہ سنا تو اسے انعام و اکرام سے نوازا اور اس کے ساتھ نہایت نرمی کا برتاؤ رکھا کہ وہ دریائی سفر کے بعد اس کے دربار تک آیا ہے اور وہ اسی سال کا ہے۔ میں (حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ) نے اسے عید الاضحیٰ کے دن اسے بصرہ میں دیکھا۔ سب جان گئے کہ وہ حاجی نہیں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں اسے جانتا ہوں اس کا باپ عیسائی تھا اور شہر ملاطیہ میں رہتا تھا۔ سب جان گئے کہ اس کا نسب علوی نہیں ہے اور اس نے جو قصیدہ پڑھا ہے وہ ”دیوان انوری“ میں سے ہے۔

جب اس شخص کے بیٹوں دعویٰ جھوٹے نکلے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو مار مار کر شہر بدر کر دو کہ اس نے بے درپے اپنے جھوٹ بولے ہیں۔ جب اس شخص کو علم ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ ایک بات میری ابھی باقی ہے اگر وہ جھوٹ ہوئی تو پھر مجھے جو سزا دی جائے گی میں اسے قبول کروں گا۔

بادشاہ نے پوچھا کہ وہ بات کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ اگر کوئی آپ کی خدمت میں چھاچھ لے کر آئے تو وہ کیا ہے؟ بس دو پیالہ پانی اور ایک چمچہ دہی؟ اگر آپ سچی بات سنا چاہتے ہیں تو سنئے جس نے دنیا زیادہ دیکھی ہو وہ جھوٹ بھی زیادہ بولتا ہے۔ بادشاہ نے اس کی بات سنی تو مسکرا دیا۔

بادشاہ نے کہا کہ تو نے ساری زندگی میں اس سے سچی بات نہیں کی ہوگی۔ پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ یہ جو مانگتا ہے اسے عطا کیا جائے اور پھر اسے ہنسی خوشی رخصت کیا گیا۔
وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بہروپے کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے پے درپے جھوٹ سے کام لیا۔ پھر جب اس کے جھوٹ کا پول کھل گیا تو اس نے بادشاہ کے سامنے ایک تلخ سچ بولا کہ جس نے دنیا زیادہ دیکھی ہو وہ جھوٹ بھی زیادہ بولتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ انسان پیٹ کی خاطر کتنی مکاری سے کام لیتا ہے اور پھر اسے جھوٹ سچ کی کوئی تمیز نہیں رہتی۔



ظلم کی بنیاد جب دنیا میں رکھی گئی وہ معمولی ہی تھا

ایک بار شکار کے دوران نوشیرواں نے اپنے ایک نوکر کو نمک لینے نزدیک گاؤں روانہ کیا اور تاکید کی کہ پیسوں کے بغیر نمک لے کر نہ آئے۔ اگر وہ پیسوں کے بغیر نمک لایا تو یہ رواج عام ہو جائے گا۔ نوشیرواں کے مشیروں نے کہا کہ نمک کی کچھ مقدار چاہئے اس کو بغیر پیسوں کے لانے میں کیا حرج ہے؟ نوشیرواں نے کہا کہ ظلم کی بنیاد جب دنیا میں رکھی گئی وہ معمولی ہی تھا پھر جو بھی آتا گیا وہ اس میں اضافہ کرتا چلا گیا۔ اگر بادشاہ عوام کے باغ میں سے سیب کھائے گا تو اس کے نوکر اس باغ کو اجاڑ دیں گے۔ اگر بادشاہ پانچ انڈوں کے ظلم کو جائز جانے تو اس کے سپاہی ہزاروں مرغ سیخوں پر چڑھا دیں گے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں نوشیرواں عادل کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ اس کے خادم بغیر پیسوں کے نمک لے آئے تو نوشیرواں نے کہا کہ ظلم کی بنیاد جب دنیا میں رکھی گئی تو وہ معمولی ہی تھا۔ اگر بادشاہ عوام کے باغ سے ایک سیب کھائے تو اس کے خادم اس باغ کو اجاڑ دیں۔ پس حکمران یاد رکھیں کہ اگر وہ معمولی نفع کے لئے عوام پر ظلم کریں گے تو ان کے خدام عوام پر ظلم کی انتہاء کر دیں گے۔ پھر یہ ہو گا کہ حکمرانوں کی اس لا پرواہی کا انجام عوام الناس کو ان کے خدام کے عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔



سونے کی اینٹ

ایک شخص کو سونے کی ایک اینٹ ملی۔ اس اینٹ کے ملنے سے قبل وہ شخص غریب تھا اور صوم و صلوٰۃ کا پابند تھا۔ وہ شخص ہر وقت ذکر الہی میں مشغول رہتا تھا اور اپنے ان اشغال میں بڑی حلاوت محسوس کرتا تھا۔

جب اس شخص کو سونے کی اینٹ ملی تو اس کی قلبی کیفیت بدل گئی اور وہ اللہ عز و جل کی یاد سے غافل ہو گیا اور ہر وقت دنیاوی آسائشوں کے متعلق سوچنے لگا۔ کبھی اس کے دل میں خیال آتا کہ وہ ایک شاندار مکان تعمیر کرے جس میں باغیچہ بھی ہو اور اس کے پاس عمدہ لباس اور سونے کا بہترین بستر ہو۔

الغرض اس طرح کے خیالات سے اس کی دماغی حالت خراب ہو گئی اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شاید اس کے دماغ میں کوئی کیڑا گھس گیا ہو۔ وہ شخص اپنی اس قلبی اور دماغی کیفیت سے تنگ آ کر ایک روز جنگل میں چلا گیا اور اس نے دیکھا کہ ایک شخص قبر کی مٹی سے اینٹیں پاتھ رہا تھا۔ اس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس کی قلبی کیفیت لوٹ آئی اور اس نے سوچا کہ میں بھی کتنا بے وقوف ہوں کہ سونے کی اینٹ سے اپنی قلبی کیفیت کھو بیٹھا جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک دن میری قبر کی مٹی سے بھی اسی طرح اینٹیں پاتھی جائیں گی۔ اس ایک سونے کی اینٹ نے مجھے دنیا میں الجھا دیا اور میں بھول بیٹھا کہ میں اپنی عمر کے قیمتی سرمایے کو یونہی برباد کر رہا ہوں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نیک شخص کا قصہ بیان کر رہے

ہیں جسے سونے کی اینٹ ملی تو اس کی قلبی کیفیت بدل گئی۔ پھر اس نے جب ایک شخص کو قبر کی مٹی سے اینٹیں پاتھتے ہوئے دیکھا تو اس کی قلبی کیفیت لوٹ آئی اور اس نے سوچا کہ کل کو اس کی قبر کی مٹی سے بھی یونہی اینٹیں پاتھی جائیں گی۔ پس یاد رہے کہ دولت انسان کو ذکر الہی سے غافل کر دیتی ہے اور دولت ملنے کے بعد انسان دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل کے نیک بندوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ انہوں نے دولت کو اپنے لئے سب کچھ نہیں جانا اور دولت ملنے کے بعد اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیا تاکہ قلبی سکون برقرار رہے۔ اس حکایت میں دولت کے وبال سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ دولت سے نفرت کی جائے بلکہ اگر انسان کے پاس دولت ہو تو وہ اسے جائز امور میں خرچ کرے تاکہ اس کے لئے بجائے وبال کے یہ باعث نجات ہو۔



حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایک فقیر

مدینہ منورہ کی ایک تنگ گلی میں ایک فقیر بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا گذر اس گلی سے ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کا پاؤں بے دھیانی میں اس فقیر کے پاؤں کے اوپر آ گیا۔

فقیر غصہ میں چلایا: اے اندھے شخص! کیا تجھے نظر نہیں آتا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے غصے کو نظر انداز کرتے ہوئے نرمی سے جواب دیا کہ بھائی! میں اندھا نہیں ہوں لیکن مجھ سے یہ غلطی ضرور ہوئی ہے تم اللہ عز و جل کے واسطے مجھے معاف کر دو۔

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! ہمارے اسلاف کا اخلاق کس قدر اچھا تھا؟ ان کے مقابلے میں کوئی کمزور بھی ہوتا تو ان کے لہجے کی خلوت اور مٹھاس میں مزید بہتری پیدا ہو جاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر بلند مرتبہ شخص عجز و انکساری کو پسند کرنے والا اور دوسروں کی دلجوئی کرنے والا ہوتا ہے۔ اس شخص کی مثال اس درخت کی سی ہوتی ہے جس پر جتنا زیادہ پھل لگتا ہے وہ اتنا ہی جھکتا چلا جاتا ہے۔ جو لوگ کمزوروں کے ساتھ خوش اخلاقی اور عجز و انکساری سے پیش آتے ہیں وہ روزِ محشر سب سے خوش قسمت ہوں گے اور مغروروں کو بروزِ محشر سواری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

وجہ بیان

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ مدینہ منورہ کی ایک گلی سے گزرتے ہوئے ان کا پاؤں بے دھیانی سے

ایک فقیر کے پاؤں پر آگیا تو اس فقیر نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا۔ آپ ﷺ نے اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس سے معافی مانگی۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طبیعت جلالی تھی مگر جب سے آپ ﷺ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے آپ ﷺ کے لہجے میں مٹھاس اور حلاوت پیدا ہوگئی تھی اسی لئے اس فقیر کی کڑوی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔ نیز انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے سے کمتر کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئے اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرے۔ یہ حکایت حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عظمت کی دلیل ہے۔



سمجھدار شخص کبھی بھی اپنا کام کسی بے وقوف کے ذمہ نہیں لگاتا

ایک بے وقوف شخص کی آنکھ خراب ہو گئی اور وہ جانوروں کے معالج کے پاس چلا گیا۔ جانوروں کے معالج نے اس کی آنکھ میں وہ دوا ڈال دی جو وہ جانوروں کی آنکھوں میں ڈالتا تھا۔ دوا ڈالنے کی دیر تھی کہ اس کی آنکھیں خراب ہو گئیں۔ وہ بے وقوف شخص حاکم وقت کے پاس چلا گیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ حاکم وقت نے فیصلہ سنایا کہ اس معالج پر کوئی جرمانہ عائد نہ ہوگا اگر تو بے وقوف نہ ہوتا اور تو جانوروں کے معالج کے پاس نہ جاتا تو تیری آنکھ ہرگز ضائع نہ ہوتی۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سمجھدار شخص کبھی بھی اپنا کام کسی بے وقوف کے ذمہ نہیں لگاتا اور بوریا و ناٹ بننے والا اگرچہ کاریگر ہی کیوں نہ ہو وہ ریشم نہیں بن سکتا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بے وقوف کا قصہ بیان کرتے ہیں جس کی آنکھ خراب ہو گئی تو وہ جانوروں کے معالج کے پاس چلا گیا جس نے جانوروں کی دوا اس کی آنکھ میں ڈال دی جس سے اس کی آنکھ خراب ہو گئی۔ پس یاد رکھو کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ اگر کوئی شخص اپنا کام کسی بے وقوف کے ذمہ لگاتا ہے تو وہ اپنے کام میں خیر کی توقع ہرگز نہ رکھے۔



میری یہ دعا دیگر مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے

ایک درویش مستجاب الدعوات تھے ان کے پاس حجاج بن یوسف جو کہ کم و بیش ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کا قاتل تھا بغداد میں ان کے پاس آیا۔ حجاج بن یوسف نے ان درویش سے کہا کہ میرے حق میں دعا کریں۔ اس درویش نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اے اللہ! حجاج کو موت دے دے۔ حجاج بن یوسف نے جب اس درویش کی بات سنی تو گھبرا گیا اور کہنے لگا کہ یہ کیا دعا کرتے ہیں؟ ان درویش نے کہا کہ میری یہ دعا تیرے لئے اور دیگر تمام مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے۔ اے مظلوموں کو تنگ کرنے والے! تیرے ظلم کا بازار کب تک گرم رہے گا؟ تیری یہ حکومت تیرے کسی کام کی نہیں اور تیرا امر جانا ہی بہتر ہے کیونکہ تیری وجہ سے اللہ عز و جل کی مخلوق کا جینا دو بھر ہو چکا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حجاج بن یوسف کا ذکر بیان کر رہے ہیں جس نے ایک درویش سے دعائے خیر کے لئے کہا تو درویش نے دعا کی کہ اے اللہ! حجاج کو موت دے دے۔ یہ حکایت ظالم حکمرانوں کے لئے ایک مثال ہے جو اپنے ظلم کی بدولت اللہ عز و جل کے غیض و غضب کو دعوت دیتے ہیں۔



قرض کی لعنت

ایک کسان نے گنے کی فصل لگائی جو بہت اچھی ہوئی۔ وہ اپنا گنا فروخت کرنے کے لئے ایک شخص کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ وہ اس کی فصل خرید لے۔ اگر وہ نقد قیمت ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتا تو کوئی بات نہیں وہ ادھار کرنے کو تیار ہے۔ کسان کی بات سننے کے بعد وہ شخص بولا کہ اے بھائی! تو مجھے اس سے معاف ہی رکھ کیونکہ ان کے بغیر میرا گزارہ ہو جائے گا۔ اگر میں نے تیرے سے ادھار لیا تو تو صبر نہیں کر سکے گا اور مجھ سے تقاضا کرے گا۔ پس تو مجھے قرض کی لعنت سے دور ہی رہنے دے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک کسان کا بیان کر رہے ہیں جس کی فصل خریدنے کے لئے ایک شخص آیا تو کسان نے اس سے کہا کہ اگر وہ نقد نہیں دے سکتا تو وہ ادھار دینے کو تیار ہے۔ اس شخص نے کہا کہ مجھے قرض کی لعنت سے دور ہی رہنے دو۔ یہ حکایت قرض کی لعنت سے متعلق ہے اور اس جانب اشارہ کرتی ہے کہ اگر انسان اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور قرض کی لعنت سے بچا رہے تو وہ اپنی زندگی کو خوش و خرم بنا سکتا ہے۔



منافقت اور ریا کاری

مصائب میں مبتلا ہونے کی بڑی وجہ

اللہ عزوجل کا ایک نیک بندہ بازار سے گزر رہا تھا۔ ایک شخص جو یہودیوں سے متنفر تھا اس نے گمان کیا کہ وہ نیک شخص شاید یہودی ہے اس نے اس کے گھونسہ مار دیا۔ اس کی یہ حرکت طیش دلانے والی تھی لیکن اللہ عزوجل کے اس نیک بندے نے غصہ کا اظہار نہیں کیا بلکہ اپنا جبہ اتار کر اس گھونسہ مارنے والے کو دے دیا۔

گھونسہ مارنے والا شخص اس نیک شخص کے اس حسن سلوک سے بے حد متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ یہ بخشش و عطا کا کون سا موقع ہے؟ میں نے آپ کو ناحق گھونسہ مارا اور تکلیف پہنچائی آپ بدلے میں مجھے یہ جبہ عطا کر رہے ہیں؟

اس نیک شخص نے کہا کہ اے بھائی! تو نے مجھے گھونسہ مارا اس سے مجھے تکلیف ہوئی مگر میں نے یہ کام تیرے شر سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ عزوجل کے شکر کے طور پر کیا کہ میں ایسا ہرگز نہیں جیسا تو نے مجھے سمجھا۔ منافقت اور ریا کاری کے بد اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور جس کا ظاہر خراب اور باطن اچھا ہو وہ اس شخص سے بہتر ہے جس کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہو۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک نیک شخص کا بیان کر رہے ہیں جسے ایک شخص نے یہودی سمجھ کر گھونسہ مار دیا۔ اس نیک شخص نے بجائے براہمنانے کے اپنا جبہ اس

شخص کو دے دیا۔ وہ شخص اس کی اس عنایت پر حیران ہوا اور وجہ دریافت کی تو اس نیک شخص نے کہا کہ میں نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا کہ تو نے مجھے یہودی سمجھا مگر میں یہودی نہیں تھا۔ پس یاد رکھو کہ منافقت اور ریاکاری مصائب میں مبتلا ہونے کی بڑی وجہ ہے۔ اگر انسان خود کو منافقت اور ریاکاری سے پاک کر لے تو یقیناً اس کے اعمال میں خلوص پیدا ہوگا اور خلوص اللہ عزوجل کی عبادت میں اولین شرط ہے۔ جن کا ظاہر خراب اور باطن اچھا ہو وہ اس سے بہتر ہیں جن کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہے۔



پیوند لگا خرقہ بہتر ہے

ختن کے بادشاہ نے ایک بزرگ کی عزت و مرتبہ کو پہچانتے ہوئے ان کی خدمت میں ریشم کا عمدہ لباس بھیجا۔ ان بزرگ نے اس لباس کو زیب تن کیا اور زمین کو بوسہ دیا اور بادشاہ کے عمدہ اخلاق کی تعریف کی اور کہا کہ اس لباس کے بہترین ہونے میں کوئی شک نہیں مگر اس عمدہ لباس کے مقابلے میں میرا پیوند لگا خرقہ بہتر ہے کہ اسے پہن کر کسی انسان کے سامنے سر جھکانا نہیں پڑتا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بزرگ کا قصہ بیان کرتے ہیں جنہیں ایک بادشاہ نے عمدہ ریشمی لباس تحفہ بھیجا تو انہوں نے بادشاہ کے اس تحفہ کی قدر کی اور فرمایا کہ یہ لباس اپنی جگہ پر عمدہ ہے مگر میرا پیوند لگا خرقہ بہتر ہے کہ اسے پہن کر میں کسی انسان کے آگے سر نہیں جھکاتا۔ یہ حکایت ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو دولت کو ہی سب کچھ جان لیتے ہیں اور مالک حقیقی پر ان کا بھروسہ کامل نہیں ہوتا حالانکہ مالک حقیقی ہر شے پر قادر ہے اور انسانوں کی بجائے اس کے آگے سر جھکانا باعث نفع ہے۔



نیکی خواہ معمولی کیوں نہ ہو کام آنے والی ہے

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ قیامت آگئی ہے اور مخلوق خدا ایک میدان میں جمع ہے۔ ہر شخص پریشان ہے اور سورج کی تپش سے زمین تانے کی طرح تپ رہی ہے۔ دھوپ کی شدت سے سروں کے بھیجے کھول رہے ہیں اور حدنگاہ تک کوئی سایہ نظر نہیں آ رہا۔ اس میدان میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو سائے میں نہایت مطمئن بیٹھا تھا۔ خواب دیکھنے والا شخص اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ تیری کون سی نیکی ایسی تھی جس کی وجہ سے تجھے یہ مقام ملا جبکہ ہر کوئی اس وقت مصیبت میں مبتلا ہے اور تو آرام و اطمینان سے یہاں بیٹھا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں نے اپنے گھر کے باہر انگور کی بیل لگا رکھی تھی۔ ایک دن وہاں ایک بوڑھا شخص آیا اور انگور کی بیل میں اس نے آرام کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کی دعا کا نتیجہ ہے کہ آج میں اس آرام میں ہوں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شخص کے خواب کا ذکر کر رہے ہیں جس نے خواب میں قیامت کا دن دیکھا جب ہر شخص پریشان تھا اور وہ ایک سایہ دار درخت کے نیچے تھا۔ اس شخص نے حیرانگی سے اس کی وجہ دریافت کی تو اسے بتایا گیا کہ اس کے گھر کے باہر جو انگوروں کی بیل وہاں ایک بوڑھے شخص نے آرام کیا تھا اور یہ اسی کی دعا کا نتیجہ ہے کہ وہ آج آرام سے ہے۔ پس نیکی خواہ معمولی ہی کیوں نہ ہو اسے معمولی نہ جانا جائے کہ ہو سکتا ہے یہی نیکی کل اس کے کام آنے والی ہو۔



جب کسی پر زوال آتا ہے تو کوئی اس کا نہیں رہتا

زمانے کا ستایا ہوا ایک مفلس شخص کسی امیر آدمی کے پاس چلا گیا اور اسے اپنے حال سے آگاہ کرنے کے بعد مدد کا طلبگار ہوا۔ وہ امیر شخص مال و دولت تو رکھتا تھا مگر اخلاق جیسی نعمت سے بہرہ ور تھا۔ اس نے اس مفلس کو خوب ڈانٹا اور اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ وہ اسے دھکے دے کر باہر نکال دیں۔ اس مفلس شخص کو اس بد اخلاق امیر کی یہ حرکت نہایت ناگوار گزری۔

اللہ عز و جل نے اس امیر شخص کے ساتھ ایسا کیا کہ اس کی تقدیر بدل گئی اور پے در پے نقصانات کی وجہ سے اس کی املاک برباد ہو گئیں اور وہ اس عزت و وجاہت سے محروم ہو گیا جس کی بناء پر وہ مغرور ہو چکا تھا۔ قانون قدرت ہے کہ جب کسی پر زوال آتا ہے تو کوئی اس کا نہیں رہتا۔ اس کے تمام ملازم اور عزیز و اقارب اس سے جدا ہو گئے اور اس کے ملازموں میں سے ایک ملازم ایک اور امیر شخص کے گھر ملازم ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد وہ ملازم اپنے آقا کی خدمت میں مشغول تھا کہ کسی فقیر نے دروازے پر آکر صدا لگائی۔ اس امیر شخص نے جو کہ خدا ترس تھا اس نے اپنے اس خادم کو بھیجا کہ وہ سائل کو جا کر کھانا کھلائے اور اس کی حاجت پوری کرے۔ خادم کھانا لے کر گیا اور جب واپس آیا تو شدت غم سے بے حال تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے جیسے اسے کوئی بڑا صدمہ پہنچا ہو۔

اس امیر شخص نے اس گریہ زاری کا سبب اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ جو شخص دروازے پر صدا لگا رہا تھا وہ کسی وقت بہت زیادہ دولت مند تھا اور میں اس کے ملازموں میں شامل تھا۔ آج اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ اس امیر شخص نے جب

ملازم کی یہ بات سنی تو کہا کہ تو اس کو تو پہچان گیا لیکن کیا تو مجھے بھی پہچانتا ہے میں وہی مفلس شخص ہوں جو اس کے پاس اپنا سوال لے کر آیا تھا مگر اس نے مجھے بے عزت کر کے گھر سے نکال دیا تھا۔ آج تو اسے جس حالت میں دیکھ رہا ہے یہ اس کے برے اعمال کا نتیجہ ہے اور اللہ عزوجل نے اسے اپنے فضل و کرم سے نوازا مگر وہ فرعون بن گیا اگر وہ ایسا نہ کرتا تو آج اس کا یہ حال نہ ہوتا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک مفلس شخص کا قصہ بیان کر رہے ہیں جو کسی امیر کے در پر گیا تو اس نے اسے دھتکار دیا۔ اللہ عزوجل نے اس مفلس شخص کی تقدیر بدل دی اور وہ امیر ہو گیا اور جو امیر تھا وہ مفلس ہو گیا۔ پھر وہ اس شخص کے در پر آیا تو اس نے اس سے کہا کہ یہ سب تیرے برے اعمال کا نتیجہ ہے اور اللہ عزوجل نے فرعون پر اپنا فضل و کرم کیا مگر اس نے بجائے شکر ادا کرنے کے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ پس انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ عزوجل کا اس پر کرم ہے اور اس کے کرم کے بغیر کچھ بھی ممکن نہیں۔ جب کسی پر زوال آتا ہے تو کوئی اس کا نہیں رہتا۔



تخل و برداشت کا مادہ

ایک بزرگ سرزمین و خوش میں رہتے تھے انہوں نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یہ بزرگ ان لوگوں میں سے تھے جو دکھاوے کے لئے کوئی کام نہ کرتے تھے اور نہ ہی دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لئے دینداری کا ڈھونگ رچاتے تھے۔ دنیا میں برے لوگوں کی کوئی کمی نہیں اور برا چاہنے والوں کی زبان پکڑنا بھی کسی کے بس میں نہیں ہے۔ ان بزرگ کا بھی ایک بدخواہ پیدا ہو گیا اور وہ جہاں جاتا ان بزرگ کی برائی کا کوئی پہلو ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ کبھی کہتا کہ ان رنگے ہوئے گیڈروں کا کیا بھروسہ یہ تو دکھاوے کے لئے پرہیزگاری اختیار کئے ہوئے ہیں اور وہ ان بزرگ کی ذات میں کئی طرح کے عیوب نکالا کرتا تھا۔

ان بزرگ کو کسی طرح یہ بات معلوم ہو گئی کہ فلاں شخص ان کے متعلق یہ خیالات رکھتا ہے۔ آپ اس شخص کا حال سن کر آبدیدہ ہو گئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے اللہ! تو اس شخص کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور اگر وہ برائیاں واقعی میری ذات ہیں جنہیں وہ بیان کرتا ہے تو مجھے بھی کی توفیق عطا فرما اور مجھے ان برائیوں سے بچا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں دشمن کی کسی بات کا برا لگے تو ایسی زندگی بسر کرو کہ اس کی کبھی ہوئی بات غلط ثابت ہو جائے اور جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرے وہ میرا دوست ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بزرگ کا قصہ بیان کرتے ہیں

جن کے حاسدوں نے ان کے متعلق غلط باتیں مشہور کر دیں۔ ان بزرگ کو جب اپنے حاسدوں کے ان خیالات کا علم ہوا تو انہوں نے بارگاہِ الہی میں دعا کی کہ اے اللہ! اسے توبہ کی توفیق دے اور اگر وہ برائیاں واقعی میری ذات میں ہیں تو مجھے ان برائیوں سے محفوظ رکھ۔ پس یاد رکھو کہ تحمل و برداشت کا مادہ اگر انسان کے اندر موجود ہے تو وہ کسی کی غلط بات کو بھی برداشت کر لیتا ہے اور بجائے طیش میں آنے کے وہ اپنے رویہ سے اس بات کو غلط ثابت کر دیتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کسی کی بدسلوکی کا جواب بدسلوکی سے دیا جائے۔ ہمارے آقا حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ کی ایک گلی سے گزرتے تھے تو ایک بڑھیا ان پر کوڑا پھینکتی تھی۔ ایک دن اس نے کوڑا نہ پھینکا تو آپ ﷺ اس کے گھر چلے گئے تاکہ وجہ جان سکیں۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ بڑھیا بیمار ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی تیمارداری کی اور وہ آپ ﷺ کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔



ضبط اور تحمل

ایک نوجوان شراب کے نشہ میں دھت بربط بجا رہا تھا کہ ایک نیک شخص کا گزر اس کے پاس سے ہوا۔ اس شرابی شخص نے اپنا بربط اس نیک شخص کے سر پر دے مارا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور اس شرابی کا بربط بھی ٹوٹ گیا۔ اس شرابی کی یہ حرکت قابل مذمت تھی اور اگر کوئی عام شخص ہوتا تو وہ اس شرابی کو مار مار کر اس کا نشہ اتار دیتا۔ اس نیک شخص نے اس شرابی کی اس حرکت پر نہایت ضبط اور تحمل کا مظاہرہ کیا اور اسے کچھ رقم دیتے ہوئے فرمایا کہ تو نے نشے کی حالت میں اپنا بربط توڑ دیا۔ میرا سر بھی زخمی ہوا اور تیرا بربط بھی ٹوٹ گیا اللہ عزوجل نے چاہا تو میرا سر ٹھیک ہو جائے گا لیکن تیرا بربط رقم کے بغیر ٹھیک نہ ہوگا تو یہ رقم رکھ لے اور اپنا بربط ٹھیک کروالے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شرابی کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے اپنا بربط ایک نیک شخص کے سر پر مار کر توڑ دیا۔ اس نیک شخص نے بجائے غصہ کرنے کے اس شرابی کو کچھ رقم دی کہ اس سے اپنا بربط ٹھیک کروالے۔ پس یاد رکھو کہ برائی کا بدلہ بھلائی ہے اور جو لوگ برائی کے بدلے میں بھلائی کرتے ہیں وہ بارگاہ الہی میں مقبول ہوتے ہیں۔



اس جیسا تجھے اور کوئی نہیں مل سکے گا

ایک نوجوان دلہن نے ایک مرد بزرگ سے شکایت کی کہ میرا شوہر میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہیں آتا جبکہ اس گھر میں رہنے والے دوسرے لوگ بہترین رفقاء کی طرح شیر و شکر ہو کر رہتے ہیں۔ میں اپنے شوہر کی اس بدسلوکی پر آرزوہ ہوتی ہوں۔ ان مرد بزرگ نے اس دلہن کی بات سن کر فرمایا کہ اے خاتون! اگر تیرا شوہر حسین ہے یا اس کی ذات میں اور کوئی نمایاں خوبی موجود ہے تو تو اس کی اس بدسلوکی کو برداشت کر اور اس سے علیحدگی اختیار کرنا مناسب نہ ہوگا کہ اس جیسا تجھے اور کوئی نہیں مل سکے گا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نوجوان دلہن کی ایک بزرگ کو اپنے شوہر کی شکایت کا قصہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ مجھ سے بدسلوکی کرتا ہے۔ ان بزرگ نے اس دلہن سے کہا کہ اگر اس میں کوئی اور نمایاں خوبی ہے تو تو اس کی بدسلوکی کو برداشت کر اور اس سے علیحدہ نہ ہو۔ پس یاد رکھو کہ کسی میں اگر کوئی بری عادت موجود ہو تو اس کی اس بری عادت سے درگزر کر کے اس کی نیک عادت پر نگاہ دوڑاؤ اور کسی کی برائی کو تلاش کرنے کی بجائے اس کی اچھائی پر نگاہ دوڑاؤ۔



ناپ تول میں کمی کرنا بڑا جرم ہے

ایک چور سیستان شہر میں آیا اور وہاں ایک دوکاندار سے کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں۔ اس دوکاندار نے چیزوں کی قیمت تو پوری لی مگر تولتے وقت ڈنڈی مار گیا۔ اس چور نے جب دیکھا تو دہائی دیتے ہوئے کہا اے اللہ! مجھ جیسے معمولی چور کو دوزخ میں نہ ڈالنا اس شہر میں تو بڑے بڑے چور بیٹھے ہیں جو دن دہاڑے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔

وجہ بیان

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک چور کا واقعہ بیان کر رہے ہیں جو سیستان شہر میں ایک دوکاندار سے کچھ چیزیں خریدنے لگا تو اس نے تولتے ہوئے ڈنڈی مار دی۔ اس چور نے کہا کہ اس شہر میں تو مجھ سے بھی بڑے چور ہیں جو دن دہاڑے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ یاد رکھو کہ ناپ تول میں کمی کرنا بڑا جرم ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اللہ عزوجل کا عذاب اسی وجہ سے آیا تھا کہ وہ ناپ تول میں کمی کیا کرتے تھے۔



افریدون کا خیر خواہ وزیر

افریدون بادشاہ کا ایک وزیر اس کا وفادار اور خیر خواہ تھا۔ اس کی یہی بات دوسروں کے لئے حسد کا باعث بن گئی اور حاسد ہر وقت اسی ٹوہ میں رہتے کہ اسے بادشاہ کی نگاہ میں ذلیل و رسوا کر سکیں۔

اتفاقاً ان حاسدوں کو ایک ایسی بات معلوم ہو گئی اور انہوں نے بلاتا خیر وہ بات افریدون کے گوش گزار کر دی کہ وہ وزیر لوگوں کو اس شرط پر قرضہ دیتا ہے کہ جب بادشاہ کا انتقال ہو جائے تو وہ اس کی رقم لوٹا دیں۔ بادشاہ کے لشکر کے بے شمار سپاہی ایسے ہیں جنہوں نے اس وزیر سے اس شرط پر قرضہ حاصل کیا ہے۔

افریدون نے جب یہ بات سنی تو غصہ میں بھڑک اٹھا اور اس نے اس وزیر کو بلا کر نہایت برا بھلا کہا کہ تو نے میری مہربانیوں کا یہ صلہ دیا ہے۔

وزیر نے عرض کیا کہ جو کچھ بادشاہ کو بتایا گیا وہ درست ہے اور اس کے پیچھے میرا مقصد بادشاہ کی بدخواہی نہیں بلکہ خیر خواہی ہے کہ لوگ دن رات بادشاہ کی لمبی عمر کی دعائیں مانگتے ہیں اور میں بھی انہیں اس امید پر قرض دیتا ہوں کہ انہیں جلد واپس نہ لوٹانا پڑے۔ افریدون نے جب اپنے وزیر کی بات سنی تو اس سے خوش ہوا اور اسے وزیر اعظم کے مرتبہ پر فائز کر دیا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں افریدون کے خیر خواہ وزیر کا قصہ بیان کرتے ہیں جو اس امید پر لوگوں کو قرض دیتا تھا کہ وہ بادشاہ کے خیر خواہ رہیں۔ اس وزیر کے

حاسدوں نے بادشاہ سے اس کی شکایت کی تو بادشاہ اول تو بھڑک اٹھا پھر جب اس نے اس وزیر کی بات سنی تو خوش ہو کر اسے وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز کر دیا۔ پس یاد رکھو کہ نیک نیتی کا پھل ضرور ملتا ہے اور اگر انسان کی نیت درست ہو تو اس کے حاسد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر انسان نیک نیتی کے ساتھ اللہ عز و جل کی بارگاہ میں کھڑا ہو اور عجز و انکساری کا مظاہرہ کرے تو یقیناً اللہ عز و جل اسے انعام و اکرام سے نوازے گا۔



حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ایثار

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی انگٹھی میں ایک ایسا نگینہ جڑا ہوا تھا جس کی اصل قیمت کا اندازہ کوئی جوہری بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ نگینہ دریائے نور تھا اور رات کو دن میں بدل دیتا تھا۔ ایک تہ سخت قحط کی صورتحال ہو گئی اور لوگ بھوک سے مرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب حالات کی سنگینی کا مشاہدہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگٹھی کے اس نگینے کو لوگوں کی مدد کے لئے فروخت کر دیا اور اس کی جو قیمت ملی اس سے اناج خرید کر لوگوں میں تقسیم فرما دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے رفقاء کو جب اس نگینہ کی فروخت کا علم ہوا تو ان میں سے ایک نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ایسا بیش قیمت نگینہ آپ رضی اللہ عنہ نے فروخت کر دیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ مجھے بھی وہ نگینہ بے حد پسند تھا لیکن میں یہ کیسے گوارا کر لیتا کہ میری رعایا بھوک سے مر رہی ہو اور میں اتنا قیمتی نگینہ پہنے رکھوں۔ کسی بھی حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی رعایا کا خیال رکھے اور جب لوگوں کو تکلیف میں مبتلا دیکھے تو اپنا آرام بھول جائے۔ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ایثار کو بیان کر رہے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی انگٹھی میں جڑا بیش بہا نگینہ اس وقت فروخت کر دیا جب لوگ قحط سالی کا شکار تھے۔ پس حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی عوام کا اسی طرح خیال رکھیں جس طرح وہ اپنی ذات کا خیال رکھتے ہیں اور عوام الناس کی فلاح و بہبود کا کام کرنے والے ہی تاریخ میں زندہ رہتے ہیں۔



شرعی مسئلہ کو صرف عالم دین ہی بیان کر سکتا ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بلخ سے بامیان کی جانب جا رہا تھا اور راستہ پر خطر تھا۔ میری رہنمائی کے لئے ایک نوجوان میرے ہمراہ ہولیا۔ وہ نوجوان ہتھیاروں سے لیس تھا اور اس قدر طاقتور تھا کہ وہ ایک وقت میں دس آدمیوں پر قابو پا سکتا تھا۔ دنیا بھر کے پہلوان اسے کشتی میں پچھاڑ نہ سکتے تھے۔

وہ نوجوان نازنعم میں پلا بڑھا اور کبھی اتنا سفر نہ کیا تھا اور نہ ہی اسے کبھی کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ بہادروں کے نقاروں کی آواز اس کے کانوں نے کبھی نہیں سنی تھی اور نہ ہی سواروں کی تلواروں کی چمک اس نے کبھی دیکھی تھی۔ نہ ہی وہ کبھی کسی دشمن کا قیدی بنا تھا اور نہ اس کے چاروں جانب کبھی تیروں کی بارش ہوئی تھی۔

ہم راستہ میں آگے پیچھے دوڑے جا رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ راستہ میں جو بھی بوسیدہ دیوار آتی وہ اس کو گرا دیتا اور بڑے سے بڑے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا تھا۔ پھر وہ فخر سے یہ اشعار پڑھتا جن کا ترجمہ ذیل ہے:

”ہاتھی کہاں ہے آئے اور پہلوان کے بازو اور کندھے دیکھے اور شیر

کہاں ہے آئے اور مرد کے ہاتھ اور پنچے دیکھے۔“

اس دوران دو ڈاکو ایک بڑے پتھر کے پیچھے سے نکلے اور ہم سے لڑائی کا ارادہ

کیا۔ ایک کے ہاتھ میں لکڑی تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں موگری پتھر تھا۔ میں نے اس

نوجوان سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو دشمن سر پر کھڑا ہے اور لڑنا چاہتا ہے تمہارے پاس جو طاقت

اور بہادری ہے وہ انہیں دکھاؤ۔ یہ دشمن اپنے پاؤں پر چل کر اپنی قبر کے پاس آگئے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ اس نوجوان کے چھکے چھوٹ گئے اور تیر کمان ہاتھ سے گر گیا اور جسم کا پنا شروع ہو گیا۔ ضروری نہیں ہوتا کہ تیر کو نشانے پر لگانے والا بہادروں کے حملے کے وقت بھی ٹھہر سکے۔ میں جان گیا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ سامان ہتھیار اور کپڑے سب کچھ چھوڑ کر اپنی جان بچائی جائے۔ کام بڑا ہو تو کسی تجربہ کار کو بھیج دو جو پھرے ہوئے شیر کو بھی کمند کے حلقے میں پھنسا لے اور اگر جوان نا سمجھ موٹی گردن اور ہاتھی کی مانند جسامت رکھتا ہو تو دشمن کے سامنے آنے پر اس پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ لڑائی صرف تجربہ سے ہی لڑی جاسکتی ہے اور شرعی مسئلہ کو صرف عالم دین ہی بیان کر سکتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نوجوان کا قصہ بیان کرتے ہیں جو ان کے ساتھ عازم سفر ہوا اور اپنی جسامت میں کسی سانڈ سے کم نہ تھا۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی تکلیف برداشت نہ کی تھی اس لئے راستہ میں جب چوروں نے گھیر لیا تو وہ نوجوان کا پنا شروع ہو گیا۔ پس یاد رکھو کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ تم کسی شرعی مسئلہ کو کسی عالم سے ہی دریافت کر سکتے ہو اگر کسی جاہل سے دریافت کرو گے تو وہ یقیناً تمہیں گمراہ کرے گا۔



دکھی دلوں کو خوش کرنا تمام عبادات سے افضل ہے

اللہ عزوجل کا ایک نیک بندہ حج بیت اللہ کی سعادت کے لئے اس شان سے روانہ ہوا کہ ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کرتا تھا۔ اس کے شوق کا یہ عالم تھا کہ راستہ کی تکالیف سے اسے راحت ملتی اور راستہ کے کانٹے بھی اسے پھول محسوس ہوتے تھے۔ وہ نیک شخص اپنے اسی شوق اور جذب و مستی کی کیفیت میں سفر کر رہا تھا کہ اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید میں واحد شخص ہوں جو اس طرح سفر کر رہا ہے اور ایسا سفر آج تک کسی نے نہ کیا ہوگا؟ اس نیک شخص کے دل میں یہ خیال شیطان کی جانب سے آیا تھا اگر وہ اس وقت سنبھل جاتا اور فوراً استغفار کرتا تو ہلاک نہ ہوتا۔ اسے یہ کہنا چاہئے تھا کہ مجھ پر اللہ عزوجل کا فضل ہے جو اس نے مجھے اس نعمت سے سرفراز کیا۔ اس شخص کے کانوں میں غیبی ندا آئی کہ اے نیک بندے! بے شک تو نے میری عبادت کا صحیح حق ادا کیا لیکن تو یہ خیال ہرگز نہ کر کہ تو میری بارگاہ میں کوئی خاص تحفہ لے کر حاضر ہو رہا ہے بلکہ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ دکھی دلوں کو خوش کرنا ہزار رکعت نماز سے افضل ہے اور اگر کوئی دکھی دل تیری وجہ سے خوش ہو جاتا ہے تو یہ تیری اس تمام عبادت سے افضل ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نیک شخص کا قصہ بیان کرتے ہیں جس نے حج بیت اللہ کی سعادت اس شان سے حاصل کی کہ اس نے ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کی۔ وہ شخص یہ سوچنے لگا کہ شاید میں واحد ایسا شخص ہوں جس نے اس شان سے حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس شخص کے دل میں یہ خیال شیطان کی جانب تھا اور بجائے

وہ اس بات کا اظہار کرتا کہ یہ سب اللہ عزوجل کے فضل و کرم سے ہوا اس نے ایسی بات کہی۔ اسے غیبی ندا سنائی کہ اگرچہ تیری عبادت بہترین ہے مگر دکھی دلوں کو خوش کرنا تمام عبادات سے افضل ہے۔ پس یاد رکھو کہ تم خواہ کتنے ہی متقی کیوں نہ ہو اگر تمہاری وجہ سے کسی کا دل دکھتا ہے تو یہ تمہاری تمام عبادات کو ختم کرنے والا ہے۔ اگر تمہیں کوئی پریشان حال ملے تو اس کی پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کرو اور غمخوار کے غمگسار بنو کہ اللہ عزوجل اس شخص سے خوش ہوتا ہے جو دکھی دلوں کو خوش کرتا ہے۔



دوست کو اتنی طاقت نہ دو

کہ اگر وہ تمہارا دشمن ہو جائے تو تم پر قابو پالے

ایک پہلوان کوششی کے تین سوساٹھ داؤ آتے تھے اور وہ ہر روز نئے داؤ کے ساتھ کشتی لڑتا تھا۔ ایک مرتبہ اسے ایک ایسا شاگرد مل گیا جو اسے بے حد پسند آیا اور اس نے اسے ایک داؤ کے علاوہ باقی تمام داؤ سکھا دیئے۔ شاگرد جب فن پہلوانی کے داؤ سیکھ گیا تو مغرور ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ اس وقت پورے ملک میں اس کے مقابلے کا کوئی پہلوان نہیں ہے۔ اس کا یہ دعویٰ اس حد تک بڑھ گیا کہ کہنے لگا کہ میرا استاد صرف میرے لئے احترام کے لائق ہے ورنہ اس میں بھی اتنی طاقت نہیں کہ وہ مجھے زیر کر سکے۔ میں اس وقت فن پہلوانی میں سب پہلوانوں سے ماہر اور طاقتور ہوں۔

بادشاہ وقت کو جب اس کے اس دعویٰ کی خبر ہوئی تو اس نے استاد اور شاگرد دونوں کی کشتی کا اعلان کیا۔ چونکہ حکومتی سطح پر اس کشتی کا اہتمام کیا گیا تھا اس لئے ایک وسیع میدان سج گیا اور مقررہ وقت بادشاہ اپنے وزیروں اور مشیروں کے ہمراہ اس میدان میں پہنچ گیا۔ عوام کا ایک جم غفیر بھی اس مقابلے کو دیکھنے کے لئے موجود تھا۔ جب وہ جوان میدان میں اترتا تو بدست ہاتھی کی مانند تھا کہ اگر اس کے سامنے کانسی کا پہاڑ بھی ہو تو وہ اسے روند ڈالے۔ جب اس جوان کا استاد مقابلے کے لئے اترتا تو وہ اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ میرے لئے اسے طاقت سے ہرانا ممکن نہیں چنانچہ اس کے پاس جو ایک داؤ ابھی باقی تھا جو اس نے اسے نہیں سکھایا تھا اس نے وہ داؤ آزمایا اور کچھ ہی لمحوں میں اسے زمین پر گرا دیا۔

اس جوان کے پاس اپنے استاد کے اس داؤ کا کوئی توڑ نہ تھا اور اس نے کچھ ہی لمحوں میں اپنی شکست تسلیم کر لی۔ بادشاہ نے استاد کو انعام سے نوازا اور اس شاگرد کو خوب ملامت کی اور کہا کہ استاد کے احترام کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھو۔ تمہیں شرم آنی چاہئے کہ تم نے اپنے استاد سے برابری کا دعویٰ کیا۔ اس جوان نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ! میں طاقت کی بدولت زیر نہیں ہوا بلکہ اس ایک داؤ کی وجہ سے زیر ہوا ہوں جو میرے استاد نے مجھے نہیں سکھایا۔ استاد نے جب شاگرد کی بات سنی تو کہا کہ میں نے اپنا وہ ایک داؤ آج کے دن کے لئے ہی سنبھال کر رکھا تھا اور عقل مندوں کا قول ہے کہ دوست کو اتنی طاقت نہ دو کہ اگر وہ تمہارا دشمن ہو جائے تو تم پر قابو پالے۔

ایک شخص جس نے اپنے ہی تربیت یافتہ کی یہ بے وفائی دیکھی تو اس نے اس وقت کہا کہ دنیا میں یا تو وفا کا کوئی وجود نہیں یا پھر کسی میں اتنی ہمت نہیں۔ مجھ سے کسی نے بھی تیرا انداز نہیں سیکھی مگر انجام کار اس نے مجھے ہی نشانہ بنایا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اس شاگرد کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے اپنے استاد کو چیلنج دیا اور استاد نے اس وقت کے لئے ایک داؤ بچا رکھا تھا جو اس نے اس موقع پر استعمال کیا اور شاگرد کو پچھاڑ دیا۔ پس یاد رکھو کہ استاد کا احترام ہر حال میں ملحوظ رکھو کہ تم اس کے تربیت یافتہ ہو۔ شاگرد خواہ کسی منصب پر بھی فائز ہو جائے وہ اپنے استاد کا شاگرد ہی رہتا ہے۔



بچھو کی پیدائش

داناؤں کا بیان ہے کہ بچھو کی پیدائش دوسرے جانداروں سے بالکل مختلف ہوتی ہے اور جب اس کی پیدائش کا وقت ہوتا ہے تو وہ اپنی ماں کے پیٹ کو کھانا شروع کر دیتا ہے یہاں تک کہ ماں کا پیٹ پھاڑ کر باہر نکل آتا ہے اور جنگل کی جانب دوڑ جاتا ہے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس نکتہ کو ایک بزرگ کے آگے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے اور واقعی ایسا ہی ہوتا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ وضاحت کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ بچپن میں وہ اپنی ماں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے اسی لئے جب بڑا ہوتا ہے تو ہر بندے سے اپنی عزت کرواتا ہے اور ہر کوئی اسے مارنے پر تل جاتا ہے جیسے وہ بڑا مقبول ہو۔

ایک باپ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ بیٹا جو اپنوں سے وفا نہیں کرتا وہ داناؤں کی نگاہ میں ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے اور ہر کوئی اس سے دور بھاگتا ہے۔ وہ جیسا سلوک کرتا ہے ویسا کروالیتا ہے۔

بچھو سے لوگوں نے پوچھا کہ تو سردی میں کیوں باہر نہیں نکلتا؟ اس نے کہا کہ گرمیوں میں میری کون سی عزت کی جاتی ہے جو میں سردیوں میں باہر نکلوں یعنی گرمی ہو یا سردی مجھے جوتے ہی مارے جاتے ہیں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بچھو کی پیدائش کے متعلق بیان کر رہے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ کو کھا کر باہر نکلتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتہ پر کسی بزرگ سے

دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ پیدائش کے وقت وہ اپنی ماں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہے اور پھر جب بڑا ہوتا ہے تو لوگوں سے اپنا سلوک کروا لیتا ہے یعنی ہر کوئی اسے مارتا ہے۔ پس یہ قانونِ قدرت ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور جو دوسروں کی عزت نہیں کرتا وہ کسی سے اپنی عزت کی توقع کیوں رکھتا ہے؟ جو اپنوں کا نہیں ہو سکتا اس کا کوئی نہیں ہو سکتا۔



عزت نفس بڑی چیز ہے

ایک شخص نہایت تنگدستی کے عالم میں اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ روزانہ روکھی روٹی اور پیاز کے سوا اسے کچھ میسر نہ آتا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ تو بے وقوف ہے بادشاہ کی جانب سے روزانہ کھانا تقسیم ہوتا ہے اور ہر شخص کو دال روٹی مفت ملتی ہے۔ مفلس نے جب اس کی زبانی سنا تو کمر کس کے لنگر خانے پہنچ گیا اور دیکھا کہ وہاں واقعی لنگر تقسیم ہو رہا تھا۔ اس بے چارے کو وہاں سے سوائے دھکوں کے کچھ ہاتھ نہ آیا بلکہ اس کے کپڑے پھٹ گئے اور ایک ہاتھ ٹوٹ گیا۔ وہ مفلس روتا جاتا اور کہتا جاتا اے نفس! اپنے کئے سزا بھگت اور جو حرص کے پھندے میں پھنسے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ حرص کے پھندے میں پھنسے ہوئے کی بد نصیبی میں کوئی شک نہیں ہونا چاہئے۔ اپنے گھر کی روکھی سوکھی دوسروں کے شیر مال سے بہتر ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک تنگدست کا قصہ بیان کر رہے ہیں جسے کسی نے کہا کہ بادشاہ کا لنگر سب کے لئے ہے۔ وہ جب اس لنگر کے لئے پہنچا تو وہاں اسے ماسوائے دھکوں کے کچھ نہ ملا۔ اس نے اپنے نفس سے کہا کہ یہ تیرے کئے کی سزا ہے جو تجھے ملی۔ یاد رکھو کہ عزت نفس بڑی چیز ہے۔



خوشبو صرف عود کی لکڑی سے نہیں آتی بلکہ اسے آگ پر رکھنے سے خوشبو پھیلتی ہے

ایک شہزادے کو اس کے باپ کی وراثت میں سے بہت سا خزانہ ملا۔ اس نے وہ خزانہ رعایا پر خرچ کر دیا اور سخاوت سے کام لیا۔ خوشبو صرف عود کی لکڑی سے نہیں آتی بلکہ اسے آگ پر رکھنے سے خوشبو پھیلتی ہے۔ اگر بڑا بننا چاہتے ہو تو سخاوت کرو کیونکہ ایک دانہ بکھیرنے سے کچھ نہیں اُگے گا۔ ایک نادان دوست نے اس شہزادے سے کہا کہ تمہارے بزرگوں نے بڑی محنت سے یہ خزانہ جمع کیا تھا اور ضرورت کے وقت استعمال کے لئے رکھ چھوڑا تھا تم ہوش کے ناخن لو کہ حالات کبھی بھی سنگین ہو سکتے ہیں اور تمہارے دشمن تمہارے تعاقب میں ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ضرورت کے وقت تمہارے پاس کچھ نہ ہو۔

اگر ہر شخص ہر شخص کو دیتا رہے تو تمام خزانے سے ہر گھر کو ایک ایک چاول ہی ملے گا لہذا بہتر یہی ہوگا کہ ہر ایک سے جو کے برابر چاندی وصول کرو اس طرح ہر روز ایک نیا خزانہ تمہارے پاس آئے گا۔ شہزادے کو اس دوست کا مشورہ پسند نہیں آیا اس نے اس سے منہ پھیر لیا اور اس کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ اللہ عزوجل نے مجھے مالک بنایا ہے تاکہ میں خود کھاؤں اور دوسروں کو بھی کھلاؤں نہ کہ مجھے چوکیدار بنایا ہے کہ میں اس کی حفاظت کرنا پھروں۔ قارون کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں امیر شخص تھا۔ وہ چالیس خزانوں کا مالک ہوتے ہوئے بھی ہلاک ہو گیا اور نو شیرواں کا نام آج بھی زندہ ہے کہ اس نے اپنا ذکر خیر باقی چھوڑا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں شہزادے کا قصہ بیان کرتے ہیں جسے اپنی باپ کی وراثت سے بے شمار مال و دولت ملا تو اس نے سخاوت کرتے ہوئے تمام مال راہِ خدا میں خرچ کر ڈالا۔ اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ کچھ برے وقت کے لئے بھی بچا رکھنا تھا۔ اس نے کہا کہ اللہ عز و جل نے مجھے مالک اس لئے کیا کہ میں خود بھی کھاؤں اور دوسروں کو بھی کھلاؤں۔ پس یاد رکھو کہ اللہ عز و جل نے اگر تمہیں مال و دولت کا مالک بنایا ہے تو اسے تم اللہ عز و جل کی مخلوق پر خرچ کرو کہ سخاوت کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ مال میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں میں تم مرنے کے بعد بھی اچھے لفظوں سے یاد کئے جاتے ہو۔



تقدیر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا

ایک کرد مریض پسلیوں کے درد میں مبتلا ہو گیا۔ درد کی شدت حد سے زیادہ تھی اور وہ مرغ نیم بسل کی مانند ٹپٹا تھا۔ اس کا ایک عزیز ایک طبیب لے کر آیا۔ اس طبیب نے مریض کا معائنہ کیا اور کہا کہ اگر یہ شخص صبح تک زندہ رہا تو غنیمت ہے۔ انسان کو اتنا نقصان دشمن کے تیر سے نہیں پہنچتا جتنا بد پرہیزی کی وجہ سے پہنچتا ہے۔ ایک نوالہ اگر آنت میں پھنس جائے تو انسان عدم کو سدھار جاتا ہے اور اس مریض کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ وہ طبیب یہ کہنے کے بعد چلا گیا لیکن تقدیر کا لکھا دیکھو کہ اسی رات وہ طبیب مر گیا اور وہ کرد مریض صحت یاب ہو کر چالیس برس تک زندہ رہا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک مریض کا قصہ بیان کرتے ہیں جسے طبیب نے معائنے کے بعد کہا کہ اگر تو صبح تک زندہ رہا تو غنیمت ہوگی۔ اللہ عزوجل کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ طبیب اسی رات مر گیا اور مریض چالیس برس تک زندہ رہا۔ پس یاد رکھو کہ تقدیر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔ اپنے علم کی بجائے اللہ عزوجل کے علم پر بھروسہ کرو اور جو تمہارے مقدر میں لکھا ہے وہ تمہیں مل کے رہے گا۔



جوشے گزر گئی اس سے دل کیوں جلانا؟

ایک بڑے مشہور عقل مند اور معاملہ فہم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ جن درختوں کو اللہ عز و جل نے پھل دار کیا اور بلند کیا ہے ان میں صرف سرو کے درخت کو ہی کیوں آزاد کہتے ہیں؟ حالانکہ اس پر پھل نہیں لگتا۔ اس معاملہ فہم اور عقل مند نے جواب دیا کہ دوسرے تمام پھل دار درخت ایک مقررہ وقت تک پھل دیتے ہیں۔ پھل لگ جائے تو تازہ ہو جاتے ہیں اور پھل نہ لگے تو ان کی تروتازگی ختم ہو جاتی ہے اور سرو کے لئے ایسی کوئی بات نہیں اس لئے وہ ہر وقت خوش رہتا ہے اور آزاد لوگوں کی صفت بھی یہی ہے کہ جوشے گزر گئی اس سے دل کو کیوں جلانا؟ دریائے دجلہ تو بغداد میں خلیفہ کے سامنے بھی بہتا ہے اگر ہو سکے تو بھجور کی طرح مہربان ہو جاؤ اور اگر نہ ہو سکے تو سرو کی طرح آزاد ہو جاؤ۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک عقل مند سے کئے گئے سوال کو بیان کر رہے ہیں کہ اس سے دریافت کیا گیا کہ اللہ عز و جل نے پھل دار درختوں میں صرف سرو کے درخت کو ہی آزاد کیوں چھوڑا ہے جبکہ اس پر پھل بھی نہیں لگتا؟ اس عقل مند نے جواب دیا کہ پھل دار درختوں پر پھل نہ لگے تو ان کی تازگی ختم ہو جاتی ہے اور سرو کا درخت چونکہ پھلوں سے آزاد ہے اس لئے اس کی تازگی ختم نہیں ہوتی۔ پس یاد رکھو کہ اگر تم لوگوں کو نفع نہیں پہنچا سکتے تو نقصان پہنچانے کا بھی ارادہ نہ کرو۔



ماں اللہ عزوجل کا ایک خاص انعام

ایک نوجوان کو اپنے علم، عقل اور اپنی طاقت پر بے حد غرور تھا۔ ایک دن اس کی ماں نے اس سے کوئی بات کہی تو اسے ماں کی رائے اپنی رائے کے مقابلے میں کم تر محسوس ہوئی اور اس نے ماں کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ بیٹے کی یہ سرکشی دیکھ کر ماں بے حد رنجیدہ ہوئی۔ ماں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تو آج ایک جوان ہے اور تجھے اپنی عقل اور اپنی طاقت پر ناز ہے لیکن تو ہمیشہ سے ایسا نہ تھا۔

یہ کہہ کر ماں وہ پنگھوڑا لے آئی جس میں بچپن میں اسے لٹایا کرتی تھی اور کہا کہ اے بیٹے! تو ایک وقت میں اس چھوٹے سے پنگھوڑے میں بے بس ولا چار پڑا تھا اور تیرے ان بازوؤں میں وہ طاقت نہ تھی کہ تو اپنے منہ پر بیٹھی ہوئی مکھی کو بھی اڑا سکتا اور اپنی مرضی سے اپنی کروٹ بدل سکتا۔

ماں نے مزید کہا ہے بیٹے! تو اس بات کو کبھی نہ بھول کہ موت جب تیری آنکھوں کے تمام چراغ گل کر دے گی تو پھر ایک مرتبہ بے بس ولا چار ہو جائے گا اور تیرا حال یہ ہوگا کہ قبر میں تیرے جسم کو کیڑے مکوڑے کھائیں گے اور تو انہیں ہٹانے کی طاقت نہیں رکھے گا۔ تجھے آج جو مرتبہ اور قوت حاصل ہے اسے اپنی بہادری نہ سمجھ اور نہ ہی یہ تیری کوئی خوبی ہے بلکہ اسے اللہ عزوجل کی جانب سے اس کا خاص کرم جان اور اس کا شکر گزار بندہ بن کہ اس نے تجھے اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز کیا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک سرکش بیٹے کا بیان کر رہے ہیں

جس نے اپنی ماں کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ ماں نے اسے بتایا کہ جب وہ بچپن میں خود
ہلنے چلنے سے عاجز تھا تو یہ وہی تھی جس نے اسے پالا۔ جب وہ خود پر پڑی کبھی اڑانے کے
قابل نہ تھا تو وہ یہ ماں ہی تھی جو اس کے سکھ کا خیال رکھتی تھی۔ یاد رکھو کہ تمہاری اپنی کوئی خوبی
نہیں بلکہ یہ اللہ عز و جل کا تم پر خاص کرم ہے۔ ماں اللہ عز و جل کا ایک خاص انعام ہے اس
کی قدر کرو۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ پس اگر
تم جنت کے حقدار بننا چاہتے ہو تو اپنی ماں کی خدمت کرو اور اس کا دل نہ دکھاؤ۔



جو تجھے سے ڈرتا ہے تو اس سے ڈر

نوشیرواں کا بیٹا ہر مزاج تحت نشین ہوا تو اس نے باپ کے زمانہ کے تمام وزراء کو قید کر دیا۔ لوگوں نے ہر مزاج سے پوچھا کہ اس نے ان میں ایسی کیا خطا دیکھ لی جو تخت پر بیٹھتے ہی انہیں قید کر دیا۔ ہر مزاج کہنے لگا کہ میں نے ان میں کوئی خطا نہیں دیکھی لیکن میں نے دیکھا کہ یہ مجھ سے بہت ڈرتے ہیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اس ڈر کی وجہ سے یہ مجھے مارنے کا کوئی ارادہ کر بیٹھیں۔ اس موقع پر مجھے عقل مندوں کا یہ قول یاد آ گیا کہ جو تجھ سے ڈرتا ہے تو اس سے ڈر اور اگرچہ تو سینکڑوں کو ہرا چکا ہے۔ سانپ چرواہے کو اس لئے ڈستا ہے کہ اسے ڈر ہوتا ہے کہ کہیں چرواہا اسے نہ مار دے۔ کیا تم جانتے نہیں کہ جب بلی مجبور ہوتی ہے تو وہ پنچہ مار کر چیتے کی آنکھیں نکال لیتی ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں نوشیرواں کے بیٹے ہر مزاج کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے تخت نشین ہوتے ہی تمام وزراء کو قید کر دیا۔ جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا کہ یہ مجھ سے ڈرتے ہیں اور کہیں اس ڈر کی وجہ سے یہ مجھے مارنے کا ارادہ نہ کر لیں۔ داناؤں کا قول ہے جو تجھ سے ڈرتا ہے تو اس سے ڈر۔ پس عقل مندی اسی میں ہے کہ مستقبل کے واقعات کا اندازہ کر کے پیش قدمی کر لی جائے تاکہ نقصان اٹھانا نہ پڑے۔



نگاہ کا قصور

ایک شخص نیکی کے راستہ پر گامزن تھا مگر جب شامت اعمال ہو تو کیا کہنا۔ اس کا دل ایک حسین کی جانب مائل ہو گیا اور اس کا یہ حال ہو گیا کہ وہ ہر وقت اس کی یاد میں بے قرار اور اشکبار رہنے لگا۔ ایک دن حکیم بقراط نے جب اس شخص کی یہ حالت دیکھی تو لوگوں سے دریافت کیا کہ اسے کیا ہو گیا؟ لوگوں نے حکیم بقراط کو اس کی حالت سے آگاہ کیا کہ یہ بد بخت عشق میں مبتلا ہو گیا ہے اور اس عشق نے اس کی یہ حالت بنا دی ہے۔

حکیم بقراط نے جب لوگوں کی بات سنی تو اس عاشق سے کہا کہ کیا تجھے قدرت کے شاہکاروں میں سے ایک شاہکار پسند آیا اور تو اپنی عقل گنوا بیٹھا؟ یہ تو تیری نگاہ کا قصور ہے اگر تو حقیقی نگاہ سے دیکھے تو ایک دن کے بچے میں بھی بے پناہ حسن ہوتا ہے۔ حق شناس تو ایک اونٹ میں بھی وہی جلوہ دیکھتا ہے جو سطح بینوں کو چین کی خور و عورتوں میں نظر آتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک عاشق کا قصہ بیان کرتے ہیں جو اپنے عشق میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ حکیم بقراط کو جب اس کے عشق کے متعلق بتایا گیا تو اس نے عاشق سے کہا کہ تو اللہ عز و جل کے ایک شاہکار کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا اور یہ تیری نگاہ کا قصور ہے۔ اللہ عز و جل کی قدرت کا مشاہدہ حقیقت کی نگاہ سے کرو۔



اے نفس! تو آگ کے قابل ہے

مشہور بزرگ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عید کی صبح غسل کر کے حمام سے باہر تشریف لائے تو کسی نے طشت میں بھری ہوئی خاک بالا خانے سے آپ کے اوپر پھینک دی۔ اس کی یہ حرکت بہت تکلیف دہ تھی لیکن آپ نے اپنے دونوں ہاتھ خاک سے جھاڑے اور فرمایا کہ اے نفس! تو تو آگ کے قابل ہے پھر اس خاک سے کیوں مشتعل ہوتا ہے؟

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو خود میں ہو وہ خدائیں نہیں ہو سکتا اور اللہ عز و جل کے نیک بندے کبھی خود پر متوجہ نہیں ہوتے اور جو اپنی ذات کی نفی کرتا ہے عاجزی اختیار کرتا ہے وہی بلند مرتبہ کا حامل ہوتا ہے اور غرور انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمال ضبط کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو خود میں ہو وہ خدائیں نہیں ہو سکتا۔ اللہ عز و جل کے نیک بندے وہی ہیں جو اپنے نفوس پر غلبہ رکھتے ہیں اور کسی بھی قسم کی تکلیف پر کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہیں۔



بدخواہوں کے ساتھ نیکی کتے کے سیاہ منہ کی مانند ہے

ایک وزیر جو کہ اپنے ماتحتوں پر بڑا رحم دل اور مہربان تھا اور ان کے ساتھ بھلائی کا معاملہ رکھتا تھا بادشاہ وقت کے زیر عتاب آگیا اور گرفتار ہو کر جیل پہنچا دیا گیا۔ اس کے تمام ماتحتوں نے بادشاہ سے اس کی رہائی کی سفارش کی تو بادشاہ نے اس کی سزا میں نرمی کر دی۔ پھر کچھ اور لوگوں نے بھی اس وزیر کی بادشاہ کے سامنے تعریف کی تو بادشاہ نے اس کی سزا کو ختم کرتے ہوئے اسے رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ ایک نیک شخص کو جب اس واقعہ کے متعلق علم ہوا تو اس نے یوں تبصرہ کیا کہ دوستوں کا دل جیتنے کے لئے باپ کے باغ کو بھی فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ خیر خواہوں کے لئے دیگ پکانی ہو تو گھر کا سامان جلا دینا بھی مناسب ہے جبکہ بدخواہوں کے ساتھ کی گئی نیکی کتے کے سیاہ منہ کی مانند ہے۔ اللہ عز و جل کے دشمنوں کی تنگ نظر آنکھیں موت کے نیزے میں پرودینا ہی بہتر ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک نیک وزیر کا قصہ بیان کرتے ہیں جو اپنے ماتحتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتا تھا۔ پھر جب اس پر بادشاہ کا عتاب نازل ہوا تو اس کے ماتحتوں نے اس کی سفارش کی اور بادشاہ نے اس کی سزا میں تخفیف کر دی۔ یاد رکھو کہ نیکی ضرور کام آتی ہے خواہ وہ ادنیٰ ہی کیوں نہ ہو۔



چغل خوری ہمارے معاشرے کی ایک بڑی بیماری ہے

ایک ضرورت مند ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے مدد کی درخواست کی۔ اس وقت بزرگ کے پاس کچھ نہ تھا انہوں نے اس کی مدد سے معذرت کر لی۔ اس شخص کو ان بزرگ کے اس انکار کا یقین نہیں آیا کہ ان کے پاس اس وقت اس کی مدد کے لئے کچھ نہیں وہ ان کے گھر سے باہر نکلا اور ان بزرگ کو برا بھلا کہنا شروع ہو گیا اور جو منہ میں آتا گیا وہ کہتا چلا گیا۔ اس وقت ان بزرگ کا ایک مرید وہاں سے گزرا اس نے جب اس شخص کو اپنے مرشد کی شان میں گستاخی کرتے اور اول فول بکتے سنا تو وہ مرشد کے پاس گیا اور اس شخص کی گستاخی کے متعلق بتایا۔ ان بزرگ نے اپنے مرید سے کہا کہ اصل تکلیف تو نے پہنچائی ہے وہ میرے بارے میں جو کہہ رہا تھا میں اس سے واقف نہ تھا لیکن تو نے مجھے آگاہ کیا کہ وہ میرے متعلق کیا اول فول بک رہا ہے۔ تیری مثال ایسی ہے کہ دشمن نے میری جانب تیر پھینکا اور وہ مجھے نہ لگا اور تو نے وہ تیر اٹھا کر مجھے مار دیا۔ وہ شخص میرا محسن ہے کہ وہ مجھے اول فول بک کر میرے گناہ کم رہا تھا اور اگر قیامت کے دن اللہ عز و جل اس شخص کی گواہی کو قبول کریں گے تو ہو سکتا ہے کہ مجھے دوزخ سے نجات مل جائے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں چغل خوری کی مذمت بیان فرما رہے ہیں اور چغل خوری ہمارے معاشرے کی ایک بڑی بیماری ہے جس میں ہر کوئی دانستہ یا نادانستہ مبتلا ہے۔



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تمام امور اللہ عز و جل کی منشاء اور

مرضی کے مطابق ہوتے ہیں

ایک اونٹنی پر بوجھ لدا ہوا تھا اور اس کا بچہ اس کے ساتھ بھاگتا جا رہا تھا۔ جب وہ تھک گیا تو اس نے ماں سے کہا کہ کچھ دیر کے لئے رک جاتا کہ وہ سستا سکے۔ اونٹنی نے اپنے بچے کی بات سنی تو کہا اگر میری مہار میرے قبضے میں ہوتی تو یہ بوجھ مجھ پر نہ لادا جاتا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک اونٹنی کا قصہ بیان کرتے ہیں جو بوجھ لادے بھاگ رہی تھی اور اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ اونٹنی کے بچے نے ماں سے کچھ دیر رکنے کو کہا تا کہ وہ سستالے تو اونٹنی نے جواب دیا کہ میری مہار میرے قبضہ میں ہوتی تو مجھ پر یہ بوجھ نہ لادا جاتا۔ پس یاد رہے کہ تمام امور اللہ عز و جل کی منشاء اور مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ اللہ عز و جل کی قدرت میں کسی کو دخل نہیں اور ہمیں اس کی رضا میں راضی رہنا چاہئے۔



اس ناپائیدار زندگی میں کوئی چیز مستقل نہیں

ایک شہ زور پہلوان اپنی ناداری سے بے حد پریشان تھا۔ وہ کشتی کے داؤ پیچ کے علاوہ اور کوئی ہنر نہ جانتا تھا اور اس کے وطن میں اس فن کا کوئی قدر دان نہ تھا۔ وہ بے چارہ مٹی کھود کر بڑی مشکل سے پیٹ بھرتا تھا۔ ناداری اور مفلسی کے ساتھ ساتھ اس پہلوان پر ایک بڑی مصیبت یہ آن پڑی کہ اس کے دل کا صبر و قرار بھی جاتا رہا۔ وہ پہلوان جب خوشحال لوگوں کو کھاتے پیتے دیکھتا تو اس کے دل میں حسد اور رشک کی آگ بھڑکنے لگتی۔ وہ سوچا کرتا تھا کہ آخر ان لوگوں میں ایسی کون سی خاص بات ہے جو یہ دن رات اس مزے میں ہیں اور مجھ میں وہ کون سی کمی ہے کہ میں اس نعمت سے محروم ہوں؟ اس کے شب و روز اسی سوچ اور اسی تکلیف میں گزرا کرتے تھے۔

ایک دن وہ پہلوان اپنے ان خیالات میں گم مٹی کھود رہا تھا کہ شاید کوئی خزانہ میرے ہاتھ لگ جائے کہ اچانک اس کا پھاوڑا ایک سخت چیز سے ٹکرایا۔ اس نے جھک کر دیکھا کہ انسان کے جڑے کی ہڈی تھی جو پھاوڑے کی ضرب سے ٹوٹ گئی تھی۔ پہلوان نے جڑے کی یہ ہڈی دیکھی تو غیر اختیاری طور پر اس کی سوچ کا زاویہ بدل گیا اور اسے ایسا محسوس ہوا کہ جیسے یہ جڑے کی ہڈی اس سے کہہ رہی ہو کہ اے شخص! دیکھ کہ مٹی میں مل کر انسان کا کیا حال ہو جاتا ہے؟ اب یہ جڑے کی ہڈی جو تیرے سامنے ہے شکر کھانے والا جان یا خون جگر پینے والا سمجھ؟ دنیا میں اگر کوئی ایسا مزدور جو منوں بوجھ اپنے سر پر ڈھونتا ہے یا کوئی ایسا مال دار جو نخوت کے باعث خود کو آسمان کے برابر خیال کرتا ہے ان دونوں کا انجام ایک ہی ہے۔ ہر قسم کی وجاہت مٹی میں مل کر مٹی ہو جاتی ہے اور اس ناپائیدار زندگی میں کوئی چیز

مستقل نہیں ماسوائے ان نیک اعمال کے جو تو نے کئے اور انہی نیک اعمال کی بدولت اخروی زندگی میں سکون اور آسودگی نصیب ہوگی۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں آسودہ زندگی بسر کرنے کا بہترین اصول بیان کر رہے ہیں اور اس حکایت میں انہوں نے ایک پہلوان کا قصہ بیان کیا ہے جسے کشتی کے علاوہ کچھ نہ آتا تھا۔ اسے مٹی کھود کر اپنا پیٹ بھرنا پڑتا تھا کہ اس کے ملک میں فن پہلوانی سے کوئی آشنا نہ تھا۔ ایک دن مٹی کھودتے ہوئے اس کا پھاوڑا ایک انسان کے جڑے کی ہڈی سے لگا جو پھاوڑے کی ضرب سے ٹوٹ گئی۔ وہ پہلوان سوچنے لگا کہ کل میں بھی مٹی میں مل کر ایسا ہی ہو جاؤں۔ پس یاد رکھو کہ ماسوائے نیک اعمال کے اخروی زندگی میں کچھ کام آنے والا نہیں ہے۔ دنیا کی مال و دولت اور آسائش ختم ہونے والی ہے اور نیک عمل ایسا ہے جس کا اجر و ثواب دنیا میں بھی ملتا ہے اور آخرت میں بھی ملے گا۔



گھاس پھوس کا جھونپڑا

ایک شخص گھاس پھوس سے بنا ہوا جھونپڑا تھا۔ وہ اس میں آتش بازی کا سامان تیار کر رہا تھا۔ ایک عقل مند شخص کا گزر وہاں سے ہوا اس نے اس کو مشورہ دیا کہ تیرا جھونپڑا گھاس پھوس کا ہے تیرے لئے یہ کام مناسب نہیں ہے۔ جب تک تجھے اس بات کا یقین نہ ہو کہ تو اس بارے میں جانتا ہے جس کے متعلق تو گفتگو کرنے جا رہا ہے وہ بات نہ کر اور جس کے متعلق تو جانتا ہے کہ اس کا جواب تجھے نہیں ملے گا وہ بات بھی نہ کہہ۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک بے وقوف شخص کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس کا جھونپڑا گھاس پھوس کا تھا اور وہ آتش بازی کا سامان بنانے میں مصروف تھا۔ ایک دانا شخص نے اسے دیکھ کر مشورہ دیا کہ تیرا جھونپڑا گھاس پھوس کا ہے تیرے لئے یہ کام مناسب نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ کسی بھی قول و فعل کو اختیار کرنے سے قبل اس کے انجام پر ضرور نظر رکھو کہ مبادا کہیں تمہیں پچھتاوہ نہ پڑے۔



آدمی تو جوانمردی اور بہادری کا نام ہے

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بچپن میں میں نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ بچہ کب بالغ ہوتا ہے؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ کتابوں میں بچہ کے بالغ ہونے کی تین علامات بیان ہوئی ہیں۔ اول جب عمر پندرہ برس ہو جائے۔ دوم جب سوتے ہوئے غسل فرض ہو جائے۔ سوم جب زیر ناف بال آجائیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک علامت ان کے علاوہ اور بھی ہے اور وہ ان تین علامات کی جڑ ہے۔ وہ علامت یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہشات پر اللہ عزوجل کی رضا کو مقدم رکھے جس میں یہ صفت نہ پائی گئی وہ محققین کے نزدیک بالغ نہیں ہے۔ پانی کا ایک قطرہ چالیس دن رحم مادر میں رہ کر انسان کی شکل اختیار کرتا ہے اگر بندہ چالیس برس کا ہو گیا اور پھر بھی عقل و ادب سے پیدل رہا تو اس کو بالغ مرد نہیں کہا جائے گا۔ آدمی تو جوانمردی اور بہادری کا نام ہے نہ کہ ظاہری نقش و نگار کا۔ ہنر اور کمال ہی اصل ہے محلات میں تصویریں تو سگرف اور زنگار سے بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ جب بندے میں بندگی اور احسان کا عنصر نہ پایا جائے تو اس میں اور دیوار میں کیا فرق باقی رہ جاتا ہے؟ دلوں کو موہ لینا اصل کمال ہے نہ کہ دنیا کمانا۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں اپنا بچپن کا واقعہ بیان کر رہے ہیں کہ جب انہوں نے ایک بزرگ سے بالغ ہونے کے متعلق دریافت کیا۔



نادان لڑکا

ایک شخص نے ایک بچے کو کلہاڑی دی اور اسے تاکید کی کہ اس سے لکڑیاں کاٹے۔ لڑکے نے کلہاڑی پکڑی اور مسجد کی دیوار کھودنا شروع کر دی۔ اس شخص نے جب لڑکے کو مسجد کی دیوار کھودتے دیکھا تو اسے ڈانٹا اور کہا کہ نالائق! میں نے کلہاڑی تجھے لکڑیاں کاٹنے کے لئے دی تھی تو اس سے مسجد کی دیوار کھودنا شروع ہو گیا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ زبان جیسی پاک چیز سے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی بجائے الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں ان کی اس نادان لڑکے جیسی حالت ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بچے کو کلہاڑی دی تاکہ وہ لکڑیاں کاٹے مگر اس نادان نے اس سے مسجد کی دیوار کھودنا شروع کر دی۔ جب اس شخص نے لڑکے کو دیکھا تو کہا کہ تجھے میں نے کلہاڑی لکڑیاں کاٹنے کو دی تھی اور تو اس سے مسجد کی دیوار کھودنا شروع ہو گیا۔ یہی حالت زبان کی ہے اللہ عزوجل نے اسے اپنے ذکر کے لئے بنایا ہے اور ہم اس سے غیبت، چغلی اور جھوٹ بولتے ہیں۔



پہلوان کی بے بسی

ایک پہلوان لوہے کے پنجے میں اپنا پنجہ پھنسا کر زور لگایا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ میں اپنے پنجوں میں اس قدر قوت پیدا کروں گا کہ شیر کا پنجہ مروڑ سکوں۔ اللہ عزوجل قادر المطلق ہے اس نے ایک دن شیر سے اس پہلوان کا سامنا کروا دیا۔ اس نے اپنی جانب سے پوری کوشش کی کہ کسی طرح شیر کو پچھاڑ دے مگر کامیاب نہ ہو سکا اور شیر نے اسے گرا لیا۔ ایک عورت اس پہلوان کو بے بسی کی حالت میں دیکھ رہی تھی اس نے کہا کہ اب تو اپنا زور کیوں نہیں دکھاتا جس کا تو دعویٰ کیا کرتا تھا۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ عشق مجازی سے رہائی کی کوئی صورت نہیں جب یہ انسان کی عقل پر غالب آ جائے تو اس سے بچنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک پہلوان کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ اپنے پنجوں سے شیر کا پنجہ مروڑ دے گا مگر جب شیر سے اس کا سامنا ہوا تو وہ شیر کو پچھاڑ نہ سکا۔ پس یاد رکھو کہ ایسا دعویٰ ہرگز نہ کرو جس پر تم پورے نہ اتر سکو۔ جب اللہ عزوجل کا حکم آتا ہے تو پھر کسی کا زور نہیں چلتا اور اس کے حکم کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔



دانائی کی دلیل

ایک شریف النفس دانا شخص بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک عقل سے پیدل مست نے راستہ روک کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر دیئے۔ اس شریف النفس نے اس کا یہ تشدد نہایت صبر سے برداشت کیا اور جواب میں اسے جھڑکاتک نہیں۔ ایک شخص جو یہ تماشہ دیکھ رہا تھا اس نے اس شریف النفس سے کہا کہ کیا تو مرد نہیں جو بزدلوں کی طرح مار کھاتا رہا؟ اس شریف النفس نے اس کی بات سن کر کہا کہ بھائی! ایسا خیال ہر گز دل میں نہ لا بلکہ میری طرح اس راز سے آگاہ ہو جا کہ ظلم کرنے سے بہتر ظلم سہنا ہے اور یہی شرافت و عظمت کی دلیل ہے۔ شریف النفس وہی ہے جو ظلم سہتا ہے اور ظلم نہیں کرتا ظلم کے مقابلے میں نرمی سے پیش آؤ کہ یہی دانائی کی دلیل ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک شریف النفس شخص کا بیان کر رہے ہیں جس کا گریبان ایک مست نے پکڑ لیا اور اس کے منہ پر تھپڑ مارنا شروع کر دیئے۔ اس نے یہ تشدد نہایت تحمل سے برداشت کیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا کہ تم مرد نہیں جو اس کا یہ ظلم برداشت کیا؟ اس نیک شخص نے کہا کہ ظلم کرنے سے بہتر ظلم سہنا ہے اور یہی شرافت و عظمت کی دلیل ہے۔ پس دانائی اسی میں ہے کہ ظلم کے مقابلے میں نرمی سے پیش آؤ۔



ایک درویش کا قصہ

ایک درویش ایک جنگل میں سفر کر رہا تھا اس نے ایک لنگڑی لومڑی کو دیکھا جو بے بسی کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ اس درویش کے دل میں خیال آیا کہ اس لومڑی کے رزق کا انتظام کیسے ہوتا ہوگا جبکہ یہ شکار کرنے کے بھی قابل نہیں ہے؟ درویش ابھی یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے ایک شیر کو دیکھا جو منہ میں گیڈر دبائے اس لومڑی کے نزدیک آیا۔ اس نے گیڈر کے گوشت کا کچھ حصہ کھایا اور باقی وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ لومڑی نے اس باقی کے گوشت میں سے کھایا اور اپنا پیٹ بھرا۔

درویش نے جب سارا ماجرا دیکھا تو اسے اتفاق قرار دیا اور یہ دیکھنے کے لئے کہ یہ لومڑی دوبارہ اپنا پیٹ کیسے بھرے گی وہیں قیام کیا۔ اگلے روز بھی وہی شیر منہ میں گیڈر دبائے اس جگہ آیا اور اس نے کچھ گوشت کھانے کے بعد باقی ویسے ہی چھوڑ دیا۔ لومڑی نے وہ باقی گوشت کھالیا اور اپنا پیٹ بھر لیا۔ درویش سمجھ گیا کہ اس کے رزق پہنچانے کا انتظام اللہ کی طرف سے ہے۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں بھی اب اپنے رزق کے لئے کوئی جستجو نہیں کروں گا اور میرا رزق اللہ عز و جل مجھے خود پہنچا دے گا جس طرح لنگڑی لومڑی کو شیر کے ذریعے رزق پہنچا رہا ہے۔

درویش یہ فیصلہ کرنے کے بعد ایک جگہ جا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اسے یقین تھا کہ اس کا رزق بھی اسے پہنچ جائے گا مگر کئی دن گزر گئے اس کے لئے کھانے کی کوئی شے نہ آئی یہاں تک کہ وہ کمزوری کی انتہاء کو پہنچ گیا۔ اس دوران اس نے نزدیک ایک مسجد کے محراب سے یہ آواز سنی کہ اے درویش! کیا تو لنگڑی لومڑی بننا چاہتا ہے یا پھر شیر جو اپنا شکار

خود کرتا ہے جس میں سے خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک درویش کا قصہ بیان کر رہے ہیں جس نے جنگل میں ایک لنگڑی لومڑی کو دیکھا جو شیر کے بچے ہوئے شکار کو کھا کر اپنا گزارا کرتی تھی۔ اس درویش نے سوچا کہ جب اس لومڑی کے رزق کا یہ انتظام ہے تو میں بھی ایک جگہ بیٹھ جاتا ہوں میرا رزق بھی مجھے مل جائے گا۔ پھر اس درویش کو مسجد کے محراب سے آواز آئی کہ کیا تو لنگڑی لومڑی بننا چاہتا ہے یہ پھر شیر جو شکار کر کے خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اللہ عزوجل نے جب رزق دینے کا وعدہ کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تمہیں بغیر جستجو کے مل جائے۔ پہلے جستجو کرو پھر اس رب سے امید رکھو کہ وہ تمہارے رزق کا بہتر انتظام کرنے والا ہے۔



تقدیر کا لکھا

ایران کے ایک شہر اردبیل کا ایک پہلوان فنون سپہ گری میں اس قدر ماہر اور شہ
زور تھا کہ لوہے کے بیلچے کو تیر سے چھید دیا کرتا تھا۔ اس پہلوان کے مقابلے میں آنے کی
جرات کسی کو نہ تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایسے شخص نے اسے مقابلے کی دعوت دی جو مندرہ
پہنے ہوئے تھا۔ وہ پہلوان اس کے مقابلے میں آگیا اور اپنی مضبوط کمان کو کندھے سے اتار
کر اس پر تیروں کی بارش کر دی۔ اس پہلوان کا ایک بھی تیر اس کے مندرے کو نہ چیر سکا جو اس
نے اپنے جسم کے گرد لپیٹ رکھا تھا۔

جب وہ پہلوان اپنی تمام کوششوں میں ناکام ہو گیا تو مندرہ پوش نے کند پھینک کر
اسے با آسانی گرفتار کر لیا۔ مندرہ پوش اس پہلوان کو گرفتار کرنے کے بعد وہاں سے لے گیا
اور اس کے ہاتھ پیر مضبوطی سے باندھ کر اسے خیمے میں اپنے سامنے ڈال دیا۔ وہ پہلوان
اپنی اس شکست اور شرمندگی پر ساری رات روتا رہا۔

صبح ہوئی تو ایک غلام خیمے میں آیا اور اسے دیکھ کر بولا کہ تو وہی نامی گرامی پہلوان
ہے جو تیر مار کر لوہے کے بیلچے کو چھید دیتا تھا۔ اگر تو وہی پہلوان ہے تو تیری یہ حالت کیسے
ہو گئی؟ اس پہلوان نے ایک سرد آہ بھری اور کہا کہ تقدیر بگڑنے پر کوئی ہنر کام نہیں آتا اور یہ
سب تقدیر کا کیا دھرا ہے؟ جب میرا ستارہ عروج پر تھا تو میرا کوئی وارد خالی نہ جاتا تھا اور اب
جب تقدیر نے ساتھ نہیں دیا تو میں یہاں قید ہوں۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ اس حکایت میں ایک پہلوان کا قصہ بیان کرتے ہیں جو

لڑائی میں ماہر تھا مگر جب اس کی تقدیر نے ساتھ نہ دیا تو وہ ایک نمدہ پوش سے شکست کھا گیا۔ اس نمدہ پوش نے اسے غلام بنالیا۔ پس یاد رہے کہ انسان کی مہارت اس کی کامیابی کی دلیل نہیں اگر تقدیر میں اس کے لئے اچھا لکھا ہے تو اچھا ہی ہوگا۔ اللہ عز و جل نے لوح محفوظ پر لکھ دیا ہے کہ فلاں شخص کو فلاں وقت میں عروج ملے گا اور فلاں کو زوال ہوگا۔ فلاں شخص کو وافر رزق ملے گا اور فلاں کے رزق میں کمی ہوگی۔ فلاں شخص کی موت فلاں وقت پر ہوگی اور فلاں کی موت فلاں وقت پر ہوگی۔



نادانیاں چھوڑ دو اور عقل سے کام لو

ایک عجیبی بادشاہ بوڑھا ہو گیا اور وہ اتنا شدید بیمار ہو گیا کہ زندہ رہنے کی کوئی امید باقی نہ رہی۔ اس عجیبی بادشاہ کے ایک سپاہی نے بادشاہ کے پاس آ کر خوشخبری سنائی کہ آپ کو مبارک ہو ہم نے فلاں قلعہ فتح کر لیا اور آپ کے دشمن قید ہو گئے ہیں۔ اس علاقے کی تمام رعایا آپ کی تابع ہو گئی ہے۔ اس عجیبی بادشاہ نے جب سپاہی کی بات سنی تو ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا کہ یہ میرے لئے خوشی کا باعث نہیں اور میرے دشمنوں کے لئے خوشی کا مقام ہے کیونکہ میرے مرنے کے بعد وہ میرے ملک کے وارث ہوں گے۔

افسوس کہ میری زندگی اس امید پر ختم ہو گئی کہ میری خواہش پوری ہو جائے اور جب میری خواہش پوری ہوئی تو اب یہ امید باقی نہیں رہی کہ میری گزشتہ زندگی لوٹ آئے گی۔ موت کا نقارہ بج چکا ہے اور اے آنکھو! سر کو الوداع کہو۔ اے ہاتھ کی ہتھیلی اور بازو ایک دوسرے کو رخصت کر دو۔ دشمن کی تمنا کے مطابق مجھ گرے ہوئے پر آخر اے دوستو گزرو تو سہی کہ میں تو ساری زندگی نادان رہا۔ تم نادانیاں چھوڑ دو اور عقل سے کام لو۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں دنیاوی مال و جاہ کی حقیقت بیان کر رہے ہیں کہ ان کی کوئی وقعت نہیں ہے اور دنیا میں رہ کر نیک اعمال کرنے چاہئیں وگرنہ آخرت میں ماسوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔



حکومت کرنے کے سنہری اصول

ایران کا ایک مشہور بادشاہ ایک دن شکار کھیلتا ہوا اس جگہ جا پہنچا جہاں گھوڑے چرا کرتے تھے۔ بادشاہ کا لشکر اس سے پیچھے رہ گیا تھا اور اس وقت بادشاہ تنہا تھا۔ اس چراگاہ کے گلہ بان نے جب بادشاہ کو دیکھا تو اس کی خدمت کے لئے حاضر ہوا۔

بادشاہ سمجھا کہ شاید یہ میرا کوئی دشمن ہے جو مجھے تنہا دیکھ کر میری جانب بڑھا ہے۔ اس نے کندھے سے کمان اتاری اور اس گلہ بان کا نشانہ لے کر تیر چلانے کا ارادہ کیا۔ گلہ بان نے بلند آواز سے کہا کہ حضور! مجھے پہچانیں میں گلہ بان ہوں اور آپ کے گھوڑوں کی نگرانی کرتا ہوں نہ کہ دشمن۔

بادشاہ نے جب اس گلہ بان کی آواز سنی تو اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور کہا کہ تیری قسمت اچھی ہے ورنہ میں تجھ پر تیر چلانے ہی والا تھا۔ اگر تو ایک لمحہ خاموش رہتا تو یقیناً تو ہلاک ہو جاتا۔

گلہ بان نے عرض کی کہ حضور! بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ آپ اپنے اس خادم کو نہیں پہچان سکے جو کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکا ہے۔ میں ایک معمولی گلہ بان ہوں مگر اپنے گلے کے تمام گھوڑوں کو پہچانتا ہوں۔ حضور جس گھوڑے کی طلب کریں گے میں اسے فوراً ان کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔

اسے عالی شان بادشاہ! یہ ہرگز آپ کے لئے مناسب نہیں کہ آپ اپنی رعایا سے غافل ہوں کہ دوست اور دشمن کی تمیز بھول جائیں۔ حکومت کرنے کا سنہری اصول یہ ہے کہ بادشاہ اپنی رعایا کے تمام افراد کو پہچانتا ہو اور اپنا تخت آسمان پر نہ بچھائے۔ وہ زمین پر رہ کر

مظلوموں کے دکھ درد سنے اور ان کا مدد ادا کرے۔ ہر فریادی کے دل کی پکار بادشاہ تک پہنچے اور اگر کوئی ظلم کر رہا ہو تو وہ درحقیقت بادشاہ کی جانب سے ہے کیونکہ کتا کسی کا دامن پھاڑتا ہے تو وہ جواب میں کتے کا دامن نہیں پھاڑتا بلکہ اس کے مالک کا دامن پھاڑتا ہے۔

وجہ بیان:

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس حکایت میں ایک ایرانی بادشاہ کا قصہ بیان کر رہے ہیں اور اس حکایت کے بیان کا مقصد یہ ہے کہ حکومت کرنے کے سنہری اصول یہ ہیں کہ حاکم اپنی رعایا کے مسائل سے بخوبی آگاہ ہوں اور ان کو زندگی کی بنیادی سہولیات بہم پہنچانے کی کوشش کریں۔ اگر حاکم مظلوموں کی اعانت کرے گا تو یقیناً مظلوم اس کے حق میں دعائے خیر کریں گے وگرنہ مظلوموں کی آہ اس کے لئے باعث وبال ہوگی۔





اکبر شایر پبلشرز

فون: 042 - 37352022 اردو بازار لاہور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>